اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۔ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ

یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ الفضل قادیان

THE ALFAZL
QADIAN

اخبار الفضل ہفتہ میں دو بار قادیان

فی پرچہ ۱/

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے ۱۹۱۳ء میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ذاتی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۳۱ | مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۷ء | جمعۃ المبارک | مطابق ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ | جلد ۱۵

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی طبیعت خدا کے فضل و کرم سے اچھی ہے۔

جناب مولانا مولوی شیر علی صاحب چند دن کیلئے اپنے وطن تشریف لے گئے تھے۔ اب واپس آ گئے ہیں۔

جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔ اے ناظر دعوۃ و تبلیغ تبلیغی اغراض کے لئے ضلع شیخو پورہ میں تشریف لے گئے۔

چوہدری محمد الدین صاحب ساکن لنگرالی ضلع گجرات جو بہت مخلص احمدی تھے۔ کچھ عرصہ ہوا۔ اپنے وطن میں فوت ہو گئے تھے اور ان کی لاش امانتاً اسی جگہ دفن کی گئی تھی۔ اب بذریعہ موٹر مقبرہ بہشتی میں دفن کرنے کے لئے لائی گئی۔ جنازہ جناب حافظ روشن علی صاحب نے پڑھایا۔ اور مرحوم مقبرہ بہشتی میں دفن کئے گئے +

احمدی مبلغ حیدر آباد دکن میں

(خاص تار)

جناب میر بشارت احمد صاحب حیدر آباد دکن سے بذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں حیدر آباد دکن ۸ اکتوبر کل انجمن احمدیہ نے عید میلاد کی تقریب ہز ہائی نس مکلا کے محل میں ادا کی۔ جگہ نہایت اچھی طرح سجائی گئی تھی۔ اور انجمن کے والنٹیر استقبال اور انتظام کے لئے متعین تھے۔ مولانا سید سرور شاہ صاحب اور نواب اکبر یار جنگ صاحب بہادر کی تقریریں اور مولانا نیر کا میجک لینٹرن کے ذریعہ لیکچر نہایت مقبول ہوا۔ مجمع چار ہزار سے زائد تھا۔ ہز ہائی نس مکلا متعدد نواب۔ سرکاری عہدیدار اور مختلف فرقوں کے معززین تشریف فرما تھے۔ نواب ذو القدر جنگ بہادر ہوم سیکرٹری صدر تھے۔ تمام کارروائی میں غیر معمولی طور پر کامیابی ہوئی الحمد للہ علیٰ ذالک مقامی مؤقر دبار یوم اخبار صحیفہ نے اس کے متعلق ایک نوٹ بھی لکھا ہے جس میں میجک لینٹرن لیکچر کا ذکر نے کے علاوہ احمدیہ جماعت کی غیر ممالک میں خدمات کیوجہ سے تعریف و توصیف کی ہے۔ مولانا نیر کا لیکچر تعلیم یافتہ طبقہ اور ملازمین سرکار میں بہت مقبول ہوا ہے۔ اور آپ کو لیکچر دینے کے لئے مختلف جگہوں سے دعوتیں آ رہی ہیں

بنگال پراونشل احمدیہ کانفرنس کا اجلاس

(خاص تار)

چوہدری مظفر الدین صاحب بی۔ اے برہمن بڑیہ سے بذریعہ تار مطلع کرتے ہیں:-

۸ اکتوبر۔ برہمن بڑیہ۔ بنگال پراونشل احمدیہ کانفرنس کا گیارہواں اجلاس آج منعقد ہوا۔ حاضرین جن میں مسلم و غیر مسلم سب شامل تھے۔ کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ تلاوت قرآن کے بعد پیر سراج الحق صاحب نعمانی نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں مطابقت کے موضوع پر تقریر کی۔ مولوی عبد السبحان صاحب نے ہندو مسلم حاضرین جلسہ کے سامنے ہندو مسلم سوال کا حل جس طرح کہ حضرت مسیح موعودؑ نے تجویز فرمایا ہے پیش کیا یعنی بانیان مذاہب کی توقیر اور باہمی رواداری۔ مولانا حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری نے نجات ہند

کے عنوان سے تقریر کی۔ اور بتایا کہ ہندوستان کی نجات اسلام قبول کرنے سے ہی ہوسکتی ہے۔ آپ نے تسلیم کیا۔ کہ موجودہ مسلمانوں کی اخلاقی حالت بے شک گر گئی ہے۔ مگر اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ انہوں نے تعلیم اسلام کو پس پشت ڈالدیا ہے۔ فاضل لیکچرار نے اسلام کی سوشل۔ پولیٹیکل اور مذہبی تعلیم پر مکمل روشنی ڈالتے ہوئے بتلایا۔ کہ تمام دنیا سے بڑھکر اسلام میں اخوت اور امن پسندی کی تعلیم دی گئی ہے

بنگال پراونشل احمدیہ کانفرنس کے جیعت سیکرٹری صاحب نے بنگال احمدیہ ایسوسی ایشن کی ان خدمات کا ذکر کیا۔ جو اس نے تعلیم و اشاعت اسلام کے لئے کی ہیں۔ تعلیم نسوان کا سوال رپورٹ میں نمایاں حیثیت رکھتا تھا ؛

:۔(دوسرا تار):۔

برہمن بڑیہ ۔ ۱۰ر اکتوبر۔ بنگال پراونشل احمدیہ کانفرنس کے دوسرے دن کی کارروائی ۹ر اکتوبر کو ختم ہوئی۔ جناب پیر سراج الحق صاحب نعمانی نے جماعت احمدیہ کے شاندار مستقبل پر لیکچر دیا۔ اور مولانا حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری نے اپنی تقریر میں ان بے شمار اور بیش بہا روحانی صداقتوں کا اظہار فرمایا۔ جو حضرت مسیح موعودؑ مہدی معہود نے دنیا کو عطا کی ہیں۔ آپ نے بتایا۔ کرشنؑ۔ اور بدھؑ بھی خدا کے فرستادہ تھے۔ اور نانکؒ ایک سچے مسلمان اور خدا تعالیٰ کے ایک برگزیدہ انسان تھے۔ مولانا نے اسلامی تعلیم سے جو عالمانہ انکشافات کئے۔ اس سے مجمع پر وجد اور ربودگی کی حالت طاری تھی۔ بے شمار مسلم و غیر مسلم حاضرین میں خاص جوش نظر آتا تھا ؛

ایک ریزولیوشن بدیں مضمون پاس ہوا۔ کہ اشاعت اسلام کے کام کے لئے ایک فنڈ کھولا جائے۔ اور کلکتہ میں ایک مسجد اور مرکزی دفتر کی تعمیر کی جائے۔ نیز پریس قائم کیا جائے۔

دوسرے ریزولیوشن میں ایک کتاب "سری سری بدیا پورن بیشکاہی" نام پر جو حال ہی میں ڈھاکہ سے شائع ہوئی ہے۔ اور جس میں حضرت امام حسن و امام حسین پر دلآزار حملے گئے ہیں۔ اظہار نفرین کیا گیا۔ اور گورنمنٹ سے درخواست کی گئی۔ کہ وہ اس کے خلاف جلد کارروائی کرے۔ اور اس کو ضبط کرے۔ یہ ریزولیوشن بھی متفقہ طور پر پاس ہوا ؛

اختتامی خطبہ میں مقامی امیر نے جماعت سے درخواست کی۔ کہ وہ تقویٰ میں ترقی کریں۔ اور منتظم رہیں۔ قربانی کی روح پیدا کریں۔ جس کے بغیر ہم اپنے حقیقی مقصد یعنی اشاعت اسلام میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔

احمدیہ لیڈیز کانفرنس بھی ۱۰ر اکتوبر کو زیر صدارت بیگم صاحبہ عزیز النساء منعقد ہوئی۔ جس میں عورتوں نے مضامین پڑھے۔ اور بعض مردوں نے احمدی مستورات کی تعلیم اور اقتصادی حالت کی اصلاح پر تقریریں کیں نیز قرار پایا۔ کہ بنگال کی احمدی لڑکیوں کے لئے سلسلہ کے ہیڈ کوارٹر قادیان میں ایک ہوسٹل قائم کیا جائے ؛

الفضل کا ماہواری ایڈیشن

جن احباب کرام کی نظر سے گذشتہ دو ماہواری پرچے گذرے ہیں۔ انہیں ایک حد تک اس بات کا اندازہ لگانے کا موقعہ مل گیا ہوگا۔ کہ سلسلہ احمدیہ کے علماء اور بزرگوں نیز دیگر اہل قلم اصحاب سے مضامین حاصل کرنے میں کس قدر کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اب نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے نے براہ شفقت اور ذرہ نوازی ماہواری ایڈیشن کے متعلق خاص دلچسپی کا اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ نہ صرف اپنے رشحات قلم ناظرین الفضل کیلئے مرحمت فرمائینگے۔ بلکہ اور پہلوؤں سے بھی پرچہ کو مفید ۔ دلچسپ اور پسندیدہ بنانے میں اپنے اثر سے مستفیض فرمائیں گے۔ احباب کو چاہیئے۔ کہ اس پرچہ کی اشاعت میں خاص طور پر حصہ لیں۔ اور اس کے حلقہ اثر کو وسیع ترین بنانے کی کوشش ابھی سے شروع کردیں۔ جوں جوں پرچہ کی اشاعت بڑھتی جائیگی۔ اس میں دلچسپی اور نظر افروزی کے سامان کا مزید اضافہ ہوتا جائیگا۔

اسی سلسلہ میں مضمون نگار اصحاب سے گذارش ہے کہ وہ براہ نوازش اکتوبر کے ماہواری ایڈیشن میں شائع ہونے کے لئے جلد سے جلد مضامین اور نظمیں ارسال فرمادیں۔ تاکہ پرچہ میں درج کی جاسکیں ؛

اخبار احمدیہ

سہ ماہی اوّل کی آمد

جماعتوں کو معلوم ہے کہ یکم جون ۱۹۲۷ء سے نیا سال شروع کیا گیا ہے۔

اس حساب سے سہ ماہی اول یکم ستمبر کو ختم ہوتی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ سہ ماہی اول کے چندہ کی آمد کا نقشہ ہر دفعہ شائع کیا جاوے۔ اس لئے جون۔ جولائی۔ اگست ۱۹۲۷ء کی آمد ذیل میں دی جاتی ہے۔

چندہ عام	حصہ آمد	چندہ مستورات	صدقات
۲۰۰۵۹	۸۰۹۴	۳۰۲	۴۱۹۱

اس سے واضح ہو رہا ہے۔ کہ درحقیقت چندہ عام ان تین ماہ میں کم وصول ہوا ہے۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے۔ کہ ان ہی تین ماہ میں زمیندار جماعتوں سے چندہ عام فصل ربیع آنا ضروری ہے میری رائے میں ان تین ماہ میں چندہ عام ۔/۳۳۰۰۰ وصول ہونا چاہیئے۔ لیکن وصولی ۔/۲۰۰۵۹ ہے۔ اسی طرح سے چندہ صدقات بھی کم وصول ہوا ہے۔ حصہ آمد کے چندے میں بھی اگر جماعتیں پوری باقاعدگی کریں۔ تو اس سے زیادہ وصول ہوسکتا ہے۔ امید ہے کہ ششماہی رپورٹ میں یہ کمی نہ رہیگی۔

والسلام ۔ عبد المغنی ناظر بیت المال۔

نظارت تعلیم و تربیت کا اعلان

تمام مقامی جماعتوں کے کارکنوں سے درخواست ہے۔ کہ آخر اکتوبر ۱۹۲۷ء سے قبل مندرجہ ذیل امور کے متعلق ایک رپورٹ دفتر ہذا میں ارسال کرکے مشکور فرمادیں۔ مجھے اس اعلان کی اپنے دفتر کے ریکارڈ کے مکمل کرنے اور بعض ضروری تجاویز کے عمل میں لانے کے لئے ضرورت ہے ؛

(۱) مقامی جماعت کا کوئی سیکرٹری تعلیم و تربیت ہے یا نہیں ۔ اگر ہے۔ تو کون ہے۔ اور اس کا پتہ کیا ہے ۔

(۲) مقامی جماعت میں احمدیوں کی تعداد کتنی ہے۔ اگر صحیح اعداد معلوم کرنے میں دقت ہو۔ تو تخمیناً لکھدیا جائے۔ اور ممکن ہو تو مردوں عورتوں اور بچوں کی الگ الگ تعداد بیان کیجائے۔

(۳) مقامی جماعت کے امیر یا پریذیڈنٹ کا نام اور پتہ تحریر کیا جائے۔ (۴) اگر مقامی جگہ پر ڈاکخانہ نہ ہو۔ تو جس ڈاکخانہ کے ساتھ اُس کا تعلق ہو۔ اس کا نام لکھا جائے۔

(۵) مقامی جماعت کی حالت بلحاظ تعلیم و تربیت کیسی ہے۔ جماعت خصوصیات احمدیت پر اچھی طرح قائم ہے۔ یا کوئی سستی یا کمی ہے۔ اور مقامی جماعت میں کسی قسم کا فتنہ یا انشقاق تو رونما نہیں۔ اگر ہے تو اس کی کسی قدر تفصیل لکھی جائے۔ جواب بند لفافہ میں آنا چاہیئے۔ اور لفافہ پر پتہ کے طور پر صرف ناظر تعلیم و تربیت قادیان لکھا جائے۔

امید ہے مقامی کارکن توجہ کرکے اس ماہ کے اختتام سے قبل یہ رپورٹ ارسال کرکے مشکور فرمائیں گے ؛

مرزا بشیر احمد ناظر تعلیم و تربیت

الفضل نصف قیمت پر

ایک صاحب نے نصف قیمت بھجوائی ہے۔ نصف قیمت کوئی اور ذی استطاعت بزرگ ادا کردیں۔ اور ایک طالب حق غیر احمدی کے نام اخبار الفضل ایک سال کے لئے جاری ہوسکے۔

(منیجر الفضل قادیان)

قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ ر اکتوبر ۱۹۲۷ء

رشتہ ناطہ کے مشکلات

جماعت احمدیہ میں باہمی ازدواج کا سوال روز بروز نہایت اہمیت اختیار کر رہا ہے۔ اور مشکلات بڑھ رہی ہیں۔ لیکن کئی ایک دقتیں ایسی ہیں۔ جو ہماری اپنی پیدا کردہ ہیں۔ اور اگر ہم ان سے نجات حاصل کرنا چاہیں۔ تو بڑی آسانی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

جماعت احمدیہ کے وجود کی غرض و غایت ہی یہ ہے کہ اسلام کی اصل تعلیم کو اپنے عمل سے پیش کرے۔ اور اپنی معاشرت بالکل اسلامی احکام کے ماتحت رکھے۔ چونکہ اسلامی شریعت بالکل فطرت کے مطابق اور انسانی حالات اور خیالات کا پورا پورا لحاظ رکھنے والی ہے۔ اس لئے اسمیں کوئی بات ایسی نہیں جو کسی حالت میں بھی باعث مشکلات ہو۔ اور اگر ہماری معاشرت میں کوئی بات ہمارے لئے باعث تشویش و اضطراب ہے۔ تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ یہ بات شریعت کے خلاف ہے۔ اور اس کا علاج یہی ہے کہ ذاتی خواہشات اور نفسانیات کو ترک کر کے اسلامی احکام کی متابعت کی جائے۔

چونکہ رشتوں ناطوں کے متعلق ہم دنیاوی شان و شوکت تمول اور قومی تفاخر کو ضرورت سے زیادہ درجہ دیتے ہیں۔ اس لئے اپنے لئے آپ مشکلات پیدا کرتے ہیں۔

مثلاً ایک شخص اپنی لڑکی کے لئے کسی موزوں رشتہ کی تلاش میں ہے۔ تو وہ اپنے ذہن میں ایسے فرضی اوصاف اور خصوصیات رکھ لیتا ہے۔ جو اس کے داماد میں موجود ہونا ضروری ہیں۔ اور اس لئے اس کو کوئی آدمی ملنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایک متمول کافی آمد رکھنے والا شخص یہ ہرگز پسند نہیں کرتا۔ کہ وہ کسی قلیل آمد کے لڑکے کے ساتھ اپنی لڑکی کا رشتہ کرے۔ حالانکہ ایک معقول آمد کا عیالدار ایک قلیل آمد کے مجرد سے کسی طرح بہتر نہیں ہو سکتا۔ پھر اسلام کے قانون میراث کی رو سے لڑکی بھی . . . . آبائی جائداد کی حصہ دار ہے۔ اور اگر اس اصول پر عمل کر کے کسی غریب آدمی کے ساتھ رشتہ کر دیا جائے تو ایک غریب احمدی دولتمند بیوی کے ذریعہ غربت اور ناداری کے وبال سے چھٹکارا حاصل کر سکتا ہے۔ اور یہ ایک قومی خدمت اور ثواب کا کام ہے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ ازدواج کے معاملہ میں قومی تفاخر اور ذاتی وجاہت کو ہرگز دخل نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ دراصل کوئی چیز نہیں ہیں۔ اصل چیز تقویٰ ہے۔ چنانچہ خداتعالےٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

یاایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ وجعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

یعنی خاندان اور قبائل تو محض باہمی شناخت اور معرفت کا ذریعہ ہیں۔ کسی فضیلت کا موجب کسی طرح نہیں ہو سکتے کیونکہ اکرام اور عزت دراصل تقویٰ میں ہے۔ پس اگر ہماری جماعت اس زرین اصل کو مدنظر رکھے۔ اور ایسے معاملات میں قومیت اور دنیاوی وجاہت کی ناپائیدار زنجیروں میں خود کو پابند نہ کرے۔ تو بہت جلد اس مشکل سے نجات حاصل کر سکتی ہے۔

اسی طرح مردوں کو بھی اپنی اور اپنے لڑکوں کی شادی محض دنیاوی فوائد کے لئے کسی امیر گھرانے میں ہی نہ کرنی چاہیئے۔ بلکہ مقصود نیک دیندار اور فرمانبردار لڑکی ہونا چاہیئے۔ کیونکہ حقیقی راحت دولت و ثروت میں نہیں۔ بلکہ بیوی کی دینداری و فرمانبرداری میں ہے۔

اسی طرح قومیت کی قیود بھی ہماری تکالیف میں اضافہ کا موجب ہو رہی ہیں۔ حالانکہ جب ہم اپنے تمام دنیاوی علائق سے علیحدہ ہو کر احمدیت میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور رضائے الٰہی کو اپنا مقصد حیات یقین کرتے ہیں۔ تو بقول

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

ہمارا حسب نسب پر فخر کرنا فضول ہے۔ دراصل صرف قومی تفاخر اور حسب نسب کوئی چیز نہیں۔ بلکہ یہ صرف شناخت و معرفت کا ذریعہ ہیں۔

یہ تمام بے ہودہ باتیں ہم نے اپنی بدقسمتی سے ہندوانہ تمدن سے اخذ کر کے اپنے لئے مشکلات پیدا کر لی ہیں۔ ورنہ اسلام ان باتوں سے بالا تر ہے۔ اور رسول کریم صلعم اور صحابہ کرام کی زندگی اس پر شاہد ناطق ہے۔

حضرت رسول کریم صلعم نے اپنی پھوپھی زاد بہن کی شادی حضرت زید بن ثابت ایک آزاد کردہ غلام کے ساتھ کر کے اس بات کا عملی ثبوت پیش کر دیا ہے۔ کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد قریش جیسی معزز قوم کے افراد اور ایک غلام میں کوئی امتیاز نہیں رہتا۔ اور یہ مساوات اسلامی کی ایسی بے نظیر مثال ہے۔ جس کے مقابل میں کوئی دوسری مثال تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی۔ پس سید و لد آدم کی اس مثال کے ہوتے ہوئے کیا ہمارے لئے کوئی گنجائش ہے کہ ایسی لغو باتوں کو اپنی معاشرت کا غیر ضروری جزو قرار دیکر اپنی مشکلات بڑھائیں ضروری ہے کہ احمدی ان قیود سے بالاتر ہو کر صرف احمدیت تقویٰ طہارت اور تزکیہ نفس کو مدنظر رکھیں۔

آریوں کی خفیہ کارستانیاں

ہمیں تو مدت سے اس بات کا علم ہے کہ آریہ خفیہ اور پوشیدہ طور پر لوگوں کو ورغلانے میں مصروف رہتے ہیں۔ اور اس مقصد کیلئے کئی قسم کے حیلے تراشتے اور بہروپ بدلتے رہتے ہیں لیکن جو لوگ ان کی خفیہ کارروائیوں کے متعلق ہماری طرح ذاتی تجربہ اور مشاہدہ نہ رکھتے ہوں انہیں سکھ اخبار شیر پنجاب (۲ ر اکتوبر) کی حسب ذیل سطور پڑھنی چاہئیں۔ جو اس نے آریوں کی ایسی کارروائیوں کی تعریف کرتے ہوئے لکھی ہیں۔ اخبار مذکور لکھتا ہے۔

"آریہ سوراجیہ سبھا لاہور میں حیرت انگیز طریقہ پر کام کر رہی ہے۔ اس کے ممبر مسجدوں جلسوں مدرسوں اور اشاعت اسلام کے مرکزوں میں چپ چاپ مسلمانوں کے لباس میں اپنا کام کر رہے ہیں سینکڑوں ہندو نوجوانوں کو ان حضرات نے مسلمان ہونے سے بچایا۔ اور سینکڑوں نومسلموں کو شدھ کر کے پھر ہندو بنا لیا"

مسلمانوں کو جہاں ایسے لوگوں کے متعلق احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ وہاں اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو اور زیادہ بڑھا دینا چاہیئے۔ اور ہر رنگ میں دشمن کے حملہ کا جواب پوری طاقت اور مکمل انتظام کے ساتھ دینا چاہیئے۔

آریوں کی موجودہ ذہنیت

ہندوؤں کی موجودہ ذہنیت کا اندازہ لگانے کیلئے حسب ذیل فقرات ملاحظہ ہوں۔ جو ۲۹ ر ستمبر کے تیج میں شائع ہوئے ہیں:۔

"یہ معقولیت کا نہیں۔ بلکہ نامعقولیت کا وقت ہے اس لئے ایسے وقت میں معقولیت کی باتیں کرنا بھی نامعقولیت ہے"

یہی وہ ذہنیت ہے۔ جس کے مطابق آریہ آج کل کام کر رہے اور ملک میں نت نیا فتنہ کھڑا کرنے سے باز نہیں رہتے۔ ورنہ اگر وہ معقولیت سے کام لیں۔ اور نامعقولیت کو ترک کر دیں تو آج ہندو مسلمانوں میں صلح ہو سکتی ہے۔ اور آج ملک میں امن قائم ہو جاتا ہے۔

وہ لوگ جو مشنری دھرم کے پیرو کہلاتے ہوں۔ ان کیلئے یہ سمجھ لینا نہایت ہی افسوس کی بات ہے۔ کہ اب معقولیت کا زمانہ نہیں رہا۔ نامعقولیت سے کام لینا چاہیئے۔ حق حق ہی ہے اور باطل باطل ہی۔ خواہ کوئی زمانہ آئے مگر معلوم ہوتا ہے۔ ویدک دھرم کے نزدیک اس میں تغیر ہوتا رہتا ہے۔

آریوں کے ضمیر کی آواز

"ہم اپنا یہ خیال بارہا ظاہر کر چکے ہیں۔ کہ سخت کلامی مذہبی اصولوں کے ساتھ ٹھٹھول بازی اور ناحق دلآزاری کسی حالت میں بھی آریہ سماج کے لئے مفید نہیں۔ کوئی ایسا پمفلٹ یا مضمون جس میں غیر مذاہب پر پھبتیاں اُڑائی گئی ہوں۔ اور دوسروں کی دل آزاری کی گئی ہو۔ دھرم پرچار کے لئے کوئی مددگار نہیں بن سکتا" (آریہ گزٹ ۲۹ر ستمبر ۲۷ء)

یہ الفاظ اس اخبار کے ہیں۔ جو سوامی دیانند صاحب کو اپنا گورو اور ان کی کتاب ستیارتھ پرکاش کو اپنے لئے قابل عمل اور مقدس مذہبی کتاب یقین کرتا ہے۔ ہم ان الفاظ کو مدنظر رکھتے ہوئے کہہ سکتے ہیں۔ کہ خواہ آریہ ضد اور تعصب کی وجہ سے ستیارتھ پرکاش کی سخت کلامی مذہبی اصولوں کے ساتھ ٹھٹھول بازی اور ناحق دل آزاری کا اقرار نہ کریں لیکن زمانہ انہیں ایسی باتوں سے نفرت کرنے کے لئے مجبور کر رہا ہے۔ اور ضمیر کی آواز انہیں اپنی سابقہ روش کے معیوب ہونے پر ملامت کر رہی ہے۔ یہ آثار بہت اچھے ہیں۔ کیونکہ ان سے امید کی جا سکتی ہے۔ کہ جلد یا بدیر وہ وقت بھی آ جائیگا۔ جب خود آریہ "ستیارتھ پرکاش" کے دل آزار حصوں کے خلاف آواز اُٹھائیں گے۔ اور ان کی اشاعت پر شرم و ندامت محسوس کریں گے۔

راجپال کی ننگ انسانیت شخصیّت

یہ ایک بیّن امر ہے۔ کہ راجپال کسی امر میں بھی عامۃ الناس سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ نہ ہی وہ کوئی مذہبی یا قومی لیڈر ہے۔ نہ سوشل ریفارمر ہے۔ اور نہ ہی کوئی ایسا متمول آدمی ہے جس نے ہندوؤں کی قومی تحریکات میں مالی امداد دی ہو۔ مگر باایں ہمہ یہ بات نہایت ہی تعجب انگیز ہے۔ کہ خدا بخش نامی ایک گاہک سے تکرار کے سلسلہ میں جو معمولی زخم اُسے آئے۔ اور جس کی وجہ سے عدالت اسے نہایت ہی سخت سزا بھی دی جا چکی ہے۔ ہندو جرائد اور پبلک نے راجپال کو اتنی اہمیت دی ہے۔ کہ "راجپال ڈے" خاص طور پر منانا ضروری سمجھا گیا ہے۔ اور ملک کے طول و عرض میں صدائے احتجاج بلند کرنے کے لئے اجلاس منعقد کئے گئے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس حملہ میں کونسی خصوصیت تھی۔ کہ اس کو اتنا اہم سمجھا گیا۔ کیا ایسے واقعات دنیا میں روزمرہ رونما نہیں ہوتے۔ اور کیا ایسی تکراروں میں روزانہ لوگوں کو زخم نہیں آتے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ راجپال پر حملہ کو اس قدر شہرت دیکر ملک میں منافرت کی خلیج وسیع کرنے کا آلہ کار بنایا گیا۔

یہ سب اہمیت۔ یہ سب شہرت و عزّت اور رتبہ اس ننگ انسانیت شخص کو محض اس لئے دیا جا رہا ہے۔ کہ اس نے اپنی دل آزار تصنیف سے چالیس کروڑ مسلمانوں کے محبوب و مطاع آقائے دوجہاں پر گندہ حملے کر کے مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کیا۔ کیا اس کے سوا کوئی اور خصوصیت اس شخص کی پیش کی جا سکتی ہے۔ اگر نہیں اور ہرگز نہیں۔ تو کیا آریہ سماج اس اخلاقی گراوٹ کا احساس کرے گی۔ جس کا ثبوت اس نے راجپال ایسے اخلاقی مجرم کو شہرت دیکر بہم پہنچایا ہے۔

ہندوستان میں اشاعت اسلام

ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر یہ بہت بڑا الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے زبردستی ہندوؤں کو مسلمان بنایا۔ اگرچہ تاریخی طور پر یہ بالکل غلط اور نادرست الزام ہے۔ لیکن ہندو ہمیشہ سے اس پر اصرار کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اور باوجود سمجھانے کے نہیں سمجھتے۔ اب مسلمانوں میں کسی قدر بیداری پیدا ہونے اور اسلام کی اشاعت کی طرف متوجہ ہونے کا ایک نتیجہ یہ بھی رونما ہو رہا ہے۔ کہ غیر مسلموں کی سمجھ میں اسلام کے جبراً پھیلائے جانے کے اعتراض کا جواب خود بخود آ رہا ہے۔ چنانچہ سکھ اخبار شیر پنجاب ۲ر اکتوبر لکھتا ہے:۔

"جو واقعات آئے دن رونما ہوتے رہتے ہیں۔ ان سے تو ہمیں مسلمانوں کے اس دعویٰ کی کہ ہندوؤں کے زبردستی مسلمان بنائے جانے کے واقعات کو مبالغہ آمیز طریقوں سے بیان کیا گیا ہے۔ صداقت کا ایک حد تک اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ آج ہندو اور سکھ اپنے ہزاروں بھائیوں کو خود مسلمان بننے پر مجبور کرتے ہیں۔ تو آج سے کئی سو برس پہلے کے ہندو آج سے ہزار گنا زیادہ توہم پرست ہوں گے۔ انھوں نے آج کی طرح اپنے بھائیوں کو برادری سے خارج کرنے میں کیا کسر اُٹھا رکھی ہوگی۔ گذشتہ نصف صدی سے کم عرصہ میں ہندوستان کے مسلمانوں کی تعداد تین کروڑ سے سات کروڑ تک جا پہنچی۔ حالانکہ راج اس ملک میں مسلمانوں کا نہیں۔ بلکہ انگریزوں کا ہے"۔

اگر مسلمان پوری طاقت اور جوش کے ساتھ اسلام کی اشاعت میں لگ جائیں۔ تو متعصب سے متعصب آریہ سے بھی اسی طرح اسلام کے اپنی خوبیوں کے ذریعہ نہ کہ تلوار کے ذریعہ پھیلنے اور ترقی کرنے کا اقرار کرا سکتے ہیں۔ جس طرح شیر پنجاب نے کیا ہے۔

لکھنؤ میونسپلٹی کا افسوسناک فیصلہ

لکھنؤ میونسپلٹی نے کئی سال کے معمول کے خلاف اب کے مسلمانان لکھنؤ کو امین آباد پارک میں محفل میلاد منعقد کرنے سے صرف صدر کی رائے کی زیادتی سے روک دیا ہے۔ جس سے مسلمانوں میں سخت ہیجان پیدا ہو گیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر پبلک پارکوں میں جو پبلک ہی کے روپیہ سے بنتے اور قائم رہتے ہیں۔ ایک ایسے اجتماع کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ جس میں قطعاً کسی قسم کے نقضِ امن کا اندیشہ نہیں ہو سکتا۔ تو پھر سڑکوں اور شارع عام پر ایسے جلوس نکالنا جو واقعی فساد اور خون خرابے کا باعث ہوتے ہیں۔ کیونکر جائز ہو سکتے ہیں۔ پھر کیا لکھنؤ کی میونسپلٹی آئندہ کسی پبلک جگہ پر جو حدود میونسپلٹی میں ہو۔ کوئی جلسہ وغیرہ نہ ہونے دیگی۔ اور سڑکوں پر مذہبی جلوس نکالنے کی اجازت نہ دیگی۔ کانگرس یا گورنر وغیرہ کے درباروں کے لئے جگہ دینا موقوف کر دیگی۔ اگر یہ حملہ تحت محفل میلاد سے آگے نہ بڑھے گی۔ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ فعل دیدہ و دانستہ قومی منافرت بڑھانے اور مسلمانوں کو اشتعال دلانے کے لئے کیا گیا ہے۔

ہم مسلمانان لکھنؤ سے اس مشکل میں اظہار ہمدردی کرتے ہوئے گذارش کریں گے۔ کہ وہ آئینی طور پر اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے پوری جدوجہد کریں۔ مگر برادران وطن کی اشتعال انگیزیوں سے اثر پذیر ہو کر کوئی ایسا قدم نہ اُٹھائیں جو انہیں قانون وقت کی الجھنوں میں ڈال دے۔ اور ہندوؤں کو طاقت آزمائی کا ایک اور موقع میسر آ جائے۔

آریوں کا نو آریوں سے سلوک

آریہ ان لوگوں کے ساتھ جنہیں وہ "شدھ" کر کے "ویدک دھرم کی شرن میں" لاتے کیا سلوک کرتے ہیں اس کے متعلق ایک برگزیدہ آریہ کے تازہ مضمون سے جو ۱۴ر اکتوبر کے آریہ ویر شدھی نمبر میں شائع ہوا ہے چند سطور پیش کی جاتی ہیں۔

"وہ بڑے بڑے عالم مولوی آریہ سماج سے محض اس وجہ سے تنگ آ کر علیحدہ ہو گئے۔ کہ سخت بیماری حتیٰ کہ جان کنی کی حالت میں بھی کسی آریہ سماجی یا ہندو نے انہیں پانی تک نہیں پلایا اور بھاتا تھا تو کھانا ہی کیا ہے"۔

یہ اس سلوک کا نہایت معمولی سا ذکر ہے۔ جو آریہ شدہ ہونیوالوں سے کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

استقلال سے کام کرنیکی ضرورت

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۷ اکتوبر ۱۹۲۷ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

گو ڈیڑھ مہینہ کی قادیان سے غیر حاضری کے بعد بہت سے ایسے مسائل تھے جن کے متعلق تفصیل سے آج کے خطبہ میں بیان کرنے کا ارادہ تھا۔ لیکن چونکہ غالباً موسم کی تبدیلی کی وجہ سے کیونکہ شملہ میں نہایت ٹھنڈا موسم تھا۔ مگر یہاں اچھا خاصہ گرم ہے۔ میری طبیعت کمزور ہے۔ اور بعض اوقات بخار بھی ہو جاتا ہے۔ اس لئے بجائے جمعہ کے خطبہ میں ان امور کو بیان کرنے کے ان امور پر تحریراً اپنے خیالات ظاہر کروں گا۔ سردست مختصر الفاظ میں جماعت کے دوستوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

عبادات میں سے بہتر عبادت

وہ ہے جو کہ دوام کے ساتھ اختیار کی جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض لوگوں کو دیکھا۔ کہ وہ عبادت میں غلو کرتے ہیں۔ روزے اتنے رکھتے ہیں۔ جو کہ انسانی طاقت سے باہر ہیں۔ راتوں کو عبادت کے لئے اتنا جاگتے ہیں۔ جو کہ انسانی طاقت سے باہر ہے۔ عبادت اتنی کرتے ہیں۔ جو کہ عام انسانی طاقت کے لحاظ سے بہت زیادہ ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ کو یہ طریق پسند نہیں۔ اللہ تعالےٰ کو وہی طریق پسند ہے۔ جو ہمیشہ نبھایا جا سکے +

درحقیقت استقلال سے جو کام کیا جاتا ہے۔ وہی

نفع بخش

ہوتا ہے۔ دنیا میں ہی دیکھ لو۔ ایک طالب علم اگر ۲۴ گھنٹے بیٹھا پڑھتا رہے۔ اور پھر ایک ہفتہ ناغہ کرے تو کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔ لیکن ایسا طالب علم جو روزانہ چھ سات گھنٹے پڑھتا ہے۔ اور باقی وقت میں سیر و تفریح کرتا ہے۔ آرام کرتا ہے۔ سوتا ہے۔ وہ کامیاب ہو جائیگا۔ پس ہر کام جو ایک حد تک استقلال سے کیا جائے۔ اس میں کامیابی حاصل ہوتی ہے لیکن جن باتوں کو انسان جوش میں آکر کرتا ہے۔ اور پھر چھوڑ دیتا ہے ان کے اثرات مٹ جاتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔

انسانی قلب اور دماغ

ایک وقت میں ایک حد تک ہی کسی چیز کو جذب کر سکتا ہے انسانی قلب و دماغ کی مثال کھیت کی سی ہے۔ کبھی یہ نہیں کسان کر سکتے۔ کہ کھیت کو ایک ہی دفعہ چھ سات دفعہ کا پانی دے لیں۔ مثلاً گنا بویا ہے۔ تو کبھی یہ نہیں کیا جائیگا۔ کہ چھ سات دفعہ پانی دینے کی بجائے ایک ہی دفعہ اکٹھا پانی دے لیا جائے۔ اور سمجھ لیا جائے کہ اتنے انچ پانی دینا ہے۔ ایک ہی دفعہ کیوں نہ سارا دے لیا جائے۔ یا کوئی کہے ہفتہ بھر کا کھانا ایک ہی دفعہ کھا لوں۔ تو یہ بھی نہیں کر سکتا۔ ایک دفعہ کا کھایا ہوا کھانا خواہ کتنا ہی زیادہ ہو۔ تین دن تک بھی کافی نہیں ہو سکتا۔ دو دن تک بھی نہیں ہو سکتا۔ زیادہ سے زیادہ تیسرے وقت بھوک لگ جائیگی۔ وجہ یہ کہ معدہ جتنا کھانا جذب کرنے کی طاقت رکھتا ہوگا۔ اتنا جذب کرے گا۔ اور باقی کو فضلہ کے طور پر خارج کر دیگا۔ یہی حال انسانی دماغ کا ہے۔ ایک ہی وقت میں علم و عرفان و روحانیت کی ساری باتیں کبھی اس میں داخل نہیں ہو سکتیں۔ ایک وقت میں دماغ اتنی ہی باتیں جذب کریگا۔ جتنی اس کی طاقت ہوگی۔ اور باقی کو اصلی شکل میں یا فضلہ کے طور پر نکال دیگا۔ اور اس طرح وہ باتیں ضائع جائینگی

پس تمام کام

استقلال اور آہستگی

سے ہی ہوتے ہیں۔ اور جو اس طریق کو اختیار کرتے ہیں۔ وہی کامیاب ہوتے ہیں۔ میں نے مسلمانوں کی افسوسناک حالت کو دیکھتے ہوئے چند تجاویز اپنی جماعت کے دوستوں اور دوسرے مسلمانوں کے سامنے پیش کی تھیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ سب لوگوں کو ان کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ شیعہ سنی۔ وہابی اور دوسرے اسلامی فرقوں کے لوگوں نے ان کی طرف توجہ کی۔ اور بعض علاقوں میں ۷۰-۸۰-۹۰ فیصدی لوگوں نے توجہ کی۔ دور دور کے ایسے علاقے جہاں اردو زبان نہیں سمجھی جاتی۔ اور جہاں کے لوگوں کو اپنی باتوں سے آگاہ کرنے کے ذرائع مسدود ہیں۔ ان میں بیشک کم توجہ ہوئی۔ لیکن یہ مجبوری کی وجہ سے تھی۔ ورنہ جہاں جہاں آواز پہنچی۔ وہاں کے لوگوں نے اچھی طرح توجہ کی۔ لیکن صرف ایک وقت کسی بات کی طرف توجہ کرنا مفید نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ بات کس قدر ہی فائدہ بخش کیوں نہ ہو۔ ہمیشہ استقلال سے کسی بات پر عمل کرنا ہی مفید ہو سکتا ہے۔ اور جب تک استقلال سے عمل نہ کیا جائے۔ کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ مثلاً میں نے ایک تحریک یہ کی تھی۔ کہ ہماری جماعت کے لوگ

21

اپنے ہاتھ میں سونٹا

رکھیں۔ یہ میری ہی تحریک نہ تھی۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی تھی۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے مجھے بلا کر کہا تھا جب باہر جاؤ سونٹا ہاتھ میں رکھو یہی وجہ ہے کہ میں ہمیشہ ہاتھ میں چھڑی رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ جب گھر سے باہر نکلو کوٹ پہن کر نکلو۔ صرف کرتا پہن کر نہ نکلو۔ اور سونٹا ہاتھ میں رکھو۔ پھر جب کبھی حضرت صاحب خود باہر جاتے ہمیشہ سونٹا ہاتھ میں رکھتے۔ حضرت صاحب سے زیادہ لڑائی جھگڑے سے بچنے والا اور کون ہو سکتا ہے۔ آپ کا تو نام ہی

امن کا شہزادہ

تھا۔ اور آپ کے زمانہ کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ لڑائی مٹائی جائیگی۔ آپ چھڑی رکھتے تھے۔ گو بعض نادان کہتے ہیں۔ سونٹا رکھنے کی تحریک کرنا لڑائی کی تعلیم دینا ہے۔ اور وہ سونٹا پکڑتے ہوئے شرماتے ہیں۔ حالانکہ جس کے وہ مرید کہلاتے ہیں۔ اور جس کی پیروی میں نجات سمجھتے ہیں۔ اور جسے ہدایت کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں۔ اس کے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ کبھی بغیر سونٹا لئے گھر سے نکلا ہو۔ پھر آپ کا سونٹا زینت کا سونٹا نہ ہوتا تھا۔ کہ پتلی سی چھڑی ہو۔ بلکہ

کار آمد سونٹا

ہوتا تھا۔ (اپنے ہاتھ کی چھڑی دکھا کر) میں نہیں سمجھتا۔ کبھی اس سے کم کسی نے آپ کے ہاتھ میں سونٹا دیکھا ہو۔ اتنا یا اس سے موٹا ہوتا تھا۔ میں نے آپ کے کہنے پر چھڑی رکھنی شروع کی اور اب اگر کسی وجہ سے بغیر چھڑی کے نکلوں۔ تو گھبراہٹ اور بے چینی سی محسوس ہوتی ہے۔ مگر میں نے اس تحریک کے متعلق دیکھا ہے۔ کہ بعض دوستوں نے تو توجہ کی۔ مگر بہتوں نے نہیں کی۔ انہوں نے سمجھا۔ یہ کرپان کے جواب میں کہا گیا ہے مگر ہمیں کرپان کا جواب دینے کی کیا ضرورت ہے۔ جب تک سکھ کرپان نیام میں رکھتے ہیں۔ ہمیں کیا ضرورت ہے۔ کہ اس کا جواب دیں۔ میں نے تو محض اس لئے تحریک کی تھی۔ کہ اس طرح

قدرتی طور پر

جرأت اور دلیری پیدا ہوتی ہے۔ مگر میں نے دیکھا ہے شروع شروع میں قادیان میں ۸۰ فی صدی لوگوں نے سونٹا رکھنا شروع کر دیا تھا۔ اور اب آکر دیکھا۔ تو ۳-۴ فی صدی رہ گیا ہے۔ اب بھلا سونٹے چھوڑ تلواریں اور بندوقیں بھی لئے پھرو۔ تو مہینہ ڈیڑھ مہینہ میں کیا تغیر پیدا ہو سکتا ہے۔

میں تو کہتا ہوں۔ اگر کسی سے توپ اُٹھائی جا سکے۔ تو وہ توپ بھی اُٹھا لے۔ اور سارے جنگ کے سامان اپنے اوپر لاد لے۔ تو بھی اس طریق سے کوئی تغیر نہیں پیدا ہو سکتا۔ اس کے مقابلہ میں اگر معمولی چھڑی بھی پانچ چھ سال رکھو۔ تو آہستہ آہستہ جرأت اور دلیری کے جذبات پیدا ہونے شروع ہو جائینگے۔ اسی طرح

تمدنی اصلاح

کے متعلق جو تحریک کی گئی ہے۔ ہر جگہ اس پر جوش دکھایا گیا ہے۔ مگر اب بھی جگہ جگہ سے رپورٹیں آ رہی ہیں۔ کہ لوگ سست ہو رہے ہیں۔ میں نے جہاں تک غور کیا ہے

مسلمانوں کی تباہی کا باعث

یہی ہے۔ کہ ان میں استقلال نہیں رہا۔ اور انہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس بات کو بھلا دیا ہے۔ کہ بہتر عبادت وہی ہے۔ جس پر دوام اختیار کیا جا سکے۔ کسی عبادت پر جتنا زیادہ دوام اختیار کیا جا سکے۔ اتنی ہی وہ بہتر ہوگی۔ چند دن کوئی کام کرنے سے کچھ نفع نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کچھ دن ساری ساری رات نوافل پڑھتے رہو۔ لیکن پھر چھ ماہ تک نوافل کے ساتھ ہی فرائض بھی چھوڑ دو۔ تو قلب ایسا ہی

زنگ آلود

ہو جائیگا۔ جیسا ایک کافر کا ہوگا۔ جو بات بہت بڑا نقص ہے۔ ایک دن فرائض ترک کرنے سے بھی ایمان سکڑ کر اتنا رہ جائیگا۔ کہ جتنا کسی ادنےٰ درجہ کے مومن کا بھی نہیں ہوگا۔ پھر ایک دن بھی زیادہ ہے۔ میں تو کہتا ہوں۔ اگر کوئی پورا ایک سال ساری ساری رات کھڑا رہ کر عبادت کرتا ہے۔ اور پھر ایک وقت کی نماز جان بوجھ کر سو جانے یا بھول جانے یا کسی آفت کے آ جانے کی وجہ سے نہیں ارادتاً چھوڑ دے۔ تو اس کا

دل سیاہ ہو جائیگا

بات یہ ہے۔ کہ استقلال ہی اصل چیز ہے۔ جو نیکی پیدا کرتا ہے اور راسخ بناتا ہے۔ میں تو یہ پسند نہیں کرتا۔ کہ کوئی بھی مسلمان دین کی خدمت سے پیچھے رہے۔ مگر کم از کم اپنی جماعت کے لئے تو یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ وہ کوئی قومی۔ تمدنی اور دینی کام شروع کرے۔ اور پھر چند دن کے بعد چھوڑ کے بیٹھ رہے۔ پس میں اپنی جماعت کو خاص طور پر توجہ دلاتا ہوں کہ وہ استقلال سے کام کرے۔ اسی طرح میں یہ بھی کہتا ہوں کہ جس طرح استقلال کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اسیطرح کامیابی کے لئے

روپیہ خرچ کرنے کی بھی ضرورت ہے

میں نے ریزرو فنڈ کی طرف توجہ دلائی تھی۔ مگر بہت کم لوگوں نے ادھر توجہ کی ہے۔ چند کو چھوڑ کر بہت ایسے ہیں جنہوں نے زبانی وعدے کئے۔ مگر عملاً وہ ایسے ہی نکلے۔ جیسے کہ انہوں نے وعدے ہی نہ کئے تھے۔ یہ نہایت افسوس کی بات ہے۔ اور

ایک زندہ قوم

میں ایسی مثال ماتم کی بات ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ جماعت کے دوست سستی کو چھوڑ کر اپنے کام کی اہمیت کو سمجھیں گے۔ اور اس طرح کام کرینگے۔ کہ تبلیغ دنیا کے کناروں تک پہنچا سکیں۔ موجودہ زمانہ میں تو حالات ہی اس قسم کے ہیں۔ کہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے وقت کا خیال رکھنے کی بہت سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ مقابلہ ان اقوام سے ہے۔ جن کے پاس

آمد و رفت کے ذرائع

بہت وسیع ہیں۔ اور وہ تھوڑے سے تھوڑے وقت میں حالات پر قابو پا سکتی ہیں۔ پہلے زمانہ میں تو یہ حال تھا۔ کہ ایک شخص پیدل گھر سے نکل کھڑا ہوتا۔ بھوکا پیاسا جنگل کی بوٹیاں کھا کر گذارہ کرتا۔ اور تبلیغ کرتا جاتا تھا۔ مگر آج کون بے وقوف ہے۔ جو اسی طرح کرے۔ جتنی دیر میں اس طرح چلکر وہ کہیں پہنچے گا۔ اتنے عرصہ میں وہاں کے لوگوں کو دوسرے پوری طرح گمراہ کر چکے ہونگے۔ مثلاً یہاں سے کوئی بنگال میں تبلیغ کرنے کے لئے پیدل روانہ ہو۔ تو کم سے کم چھ ماہ میں وہاں پہنچے گا۔ اور پھر مجاہد نہ کہلائیگا۔ کیونکہ وہ ریل کے ذریعہ وہاں جلدی پہنچ کر بہت کچھ کام کر سکتا تھا۔ پس وہ ذرائع جو اس وقت پیدا ہو چکے ہیں۔ ان کو چھوڑنا بے وقوفی ہے۔ اور جب دشمن ان کو استعمال کر رہا ہو۔ تو ان کا چھوڑنا

خودکشی

ہے۔ جب تلواروں سے جنگ ہوتی تھی۔ اس وقت تلواروں سے جنگ کرنا موزوں تھا۔ مگر آج توپوں کے مقابلہ میں اگر تلواروں سے مقابلہ کیا جائے۔ تو یہ خودکشی ہوگی۔

بخارا کے امیر کا واقعہ

لکھا ہے۔ کہ جب روس نے اس پر حملہ کرنا چاہا۔ تو اس نے علماء کو بلا کر مشورہ کیا۔ کہ صلح کر لینی چاہیئے۔ علماء نے کہا کافروں سے صلح کیسی۔ جنگ کرنی چاہیئے۔ ہم آیتیں پڑھینگے اور ان کو مغلوب کر لیں گے۔ اس پر مقابلہ کی تیاری ہوئی۔ اور علماء نمازیوں کے لئے پتے جھاڑنے والی لکڑیاں اور رسے لیکر نکل کھڑے ہوئے۔ اور وہ آیتیں جوان کے نزدیک سحر کو دور کرنے والی تھیں۔ پڑھنی شروع کیں۔ لیکن جب روسیوں کی طرف سے گولہ باری ہوئی۔ تو سحر سحر کرتے سارے بھاگ گئے۔

ہر زمانہ کے حالات کے مطابق

مقابلہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ایک زمانہ ایسا تھا۔ جب پیدل چلنے والا تبلیغ کر سکتا تھا۔ جہاں تک اس کا بس چلتا۔ وہ کام کرتا۔ آگے دوسرے اس کام کو چلاتے۔ مگر اب دنوں مہینوں اور سالوں میں بڑے بڑے تغیرات ہو جاتے ہیں۔ ریل۔ تار۔ ہوائی جہاز۔ وائرلیس۔ ریڈیو نے انسانوں کو ایک دوسرے کے ایسا قریب کر دیا ہے۔ کہ ہوشیار انسان ایک جگہ بیٹھا سب دنیا کو اپنی باتیں سنا سکتا ہے۔ جب ہم ولائیت گئے۔ تو

چاروں طرف شور پیدا ہو گیا

اور جتنے عرصہ میں ہم ولایت سے واپس بھی آ گئے۔ پرانے زمانہ میں اس سے چار گنا عرصہ میں کوئی ولایت کی زمین کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا تھا۔ اس وقت جہاں جہاں چار ماہ کے عرصہ میں اطلاع پہنچی۔ اور ۱۳ آدمیوں نے جتنے عرصہ میں کام کیا۔ اگر ۱۳ آدمی ساری عمر بھی خرچ کر دیتے تو اسکے ہزارویں حصہ تک بھی خبر نہ پہنچا سکتے۔

پس اس زمانہ میں جبکہ خدا تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ جن کے ذریعہ جلد سے جلد کام کیا جا سکتا ہے۔ تو یہ خیال کرنا کہ بغیر روپیہ کے کام ہو سکتا ہے۔ بے وقوفی ہے۔ یہ زمانہ ایسا ہے۔ کہ مال سے ہی کام چل سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ماننے والوں سے یہ عہد لیا ہے کہ

ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے

کیا یہ عجیب بات نہیں۔ کہ عملی باتوں میں سے جس کا وعدہ لیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ یہ زمانہ ایسا ہے۔ کہ ذاتی قربانی کوئی ہستی نہیں رکھتی۔ جب تک اسے پھیلانے کے سامان نہ ہوں۔ اور وہ سامان روپیہ ہے۔ ایک آدمی خواہ کتنا ہی کام کرے۔ دوسرا جو آجکل کے پیدا شدہ ذرائع سے کام کر سکتا ہے۔ اتنا نہیں کر سکتا۔ پس ضروری ہے کہ ان ذرائع سے کام لینے کیلئے ایسا

مستقل فنڈ قائم کیا جائے

کہ تبلیغ کا کام جاری رہے۔ اور اس میں کسی وقت کمی نہ آئے۔ خدا کی قدرت ہے۔ جو بات ہمارے منہ سے نکلتی ہے۔ دوسرے بھی وہی اختیار کر لیتے ہیں۔ میں نے اعلان کیا تھا۔ کہ

۲۵ لاکھ ریزرو فنڈ

قائم کیا جائے۔ اب سر عبدالرحیم نے بدایوں میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے۔ کہ تبلیغ کے کام کیلئے بیس سے تیس لاکھ تک کی رقم مستقل فنڈ کی چاہیئے۔ گویا وہ تو جو ہمیں بلند کرتی تھی دوسرے بھی اسکی طرف توجہ کر رہے ہیں۔ پھر اگر اپنی جماعت کے لوگ بے بھی برتیں تو کتنے افسوس کی بات ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک جلیل القدر صحابی کی وفات

یعنی

حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوری کا وصال

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(از جناب عرفانی)

۷ اکتوبر ۱۹۲۷ء بروز جمعہ ۱۱ بجے دن سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تاریخ کا ایک اور ورق الٹ گیا۔ جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک جلیل القدر صحابی خدائے بزرگ و برتر کے ایک نشان عظیم کے حامل حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوری دو ہفتہ بیمار رہکر اپنے مولائے حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت منشی صاحب کی وفات دنیا کے موت وفوت کے سلسلہ میں ہرچند ایک معمولی واقعہ ہے۔ مگر سلسلہ کی تاریخ میں وہ کوئی معمولی سانحہ نہیں۔ بلکہ اپنی اہمیت کے لحاظ سے بہت بڑا حادثہ ہے۔ حضرت منشی صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے ایک بہت بڑے نشان کے چشم دید گواہ اور اس آیۃ اللہ کے جس کے وہ گواہ تھے حامل تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ مسیحائی سے پیشتر غالباً ۱۸۸۴ء کے اواخر میں ایک کشف دیکھا تھا۔ جس کا ذکر آپ نے سب سے اول سرمہ چشم آریہ میں کیا۔ اس کشف میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی مسل کو اللہ تعالےٰ کے حضور پیش کیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے اسپر دستخط فرمائے۔ اور اس سیاہی کے چھینٹے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کرتے پر پڑے۔ وہ کرتہ حضرت منشی صاحب نے باصرار حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے لیا۔ حضرت مسیح موعود نے آپ سے وعدہ لیا تھا۔ کہ وہ کرتہ ان کی وفات پر ان کے ساتھ دفن ہو جائے گا۔ چنانچہ [illegible] تک وہ کرتہ حضرت منشی صاحب کے پاس [illegible] [illegible] کہ منشی صاحب موصوف [illegible] کرتہ میں [illegible] مقبرہ بہشتی میں جا سوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جانشین خلیفہ حضرت فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اس وعدہ کے احترام کو مدنظر رکھتے

ہوئے اپنے سامنے خدائے برتر کے اس عظیم الشان نشان کو دفن ہونے دیا۔ پس اس لحاظ اور اعتبار سے یہ عظیم الشان واقعہ سلسلہ کی تاریخ میں رونما ہوا ہے۔ ۷ اکتوبر کے بعد کوئی شخص اس کرتہ کو نہ دیکھ سکیگا۔ بہت سی آرزو مند مخلص روحیں آئیں گی۔ اور وہ اپنے قلوب میں ایک حسرت کا احساس رکھیں گی۔ مگر اس نعمت کو دیکھنے سے محروم رہینگی۔ اس کرتہ کے دو فوٹو لئے گئے ہیں۔ اور وہی عاشقان زار کی تسلی کا موجب ہونگے۔ گو یہ کرتہ حضرت منشی صاحب کے ساتھ دفن ہوگیا ہے۔ مگر یہ نشان ابدالاباد کے لئے زندہ اور ہر زمانہ میں تازہ اور بدیہی ثبوت رہے گا۔ اس لئے کہ لاکھوں آدمی اسے دیکھ چکے ہیں۔ (فانی عرفانی بھی متعدد مرتبہ دیکھ چکا ہے۔) غرض یہ نشان تو ابدالاباد کے لئے ویسا ہی تازہ اور زندہ رہے گا۔ لیکن وہ وجود جو اس اثر متبرکہ کا حامل تھا۔ اپنے ساتھ ہی اسے قبر میں لے گیا۔ ایفائے عہد کی یہ حیرت انگیز مثال ہوگی۔ کہ موت کے زبردست ہاتھ نے بھی منشی عبداللہ صاحب کے عہد وفا میں فرق نہ آنے دیا۔ اور وہ اپنے آقا کے حضور اسے پہنے ہوئے حاضر ہوں گے۔ میں اس وقت اس کرتہ کے متعلق زیادہ بحث نہیں کروں گا۔ بلکہ اس مختصر مضمون میں حضرت منشی صاحب کی وفات پر ان کے کسی قدر حالات زندگی دیدینا چاہتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ مہدویت کے تربیت یافتہ اور پھر ان میں سے بھی ممتاز اور جلیل القدر صحابہ کی وفات ایک قومی حادثہ اور مصیبت ہوتی ہے۔ جس جس قدر عصر نبوت و عہد سعادت سے بعد ہوتا جاتا ہے۔ اور جوں جوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تربیت یافتہ جماعت کے لوگ اٹھتے جاتے ہیں۔ اسی قدر افسوس اور رنج ہوتا ہے۔ اور خصوصاً منشی عبداللہ صاحب جیسے بزرگ کی وفات تو ایک صدمہ عظیم اور قومی ماتم ہے۔ لیکن ان لوگوں کی موت اور سفارقت بھی ایک انعام ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اور ان کے طرز عمل اور اسوۂ زندگی کی ان باتوں کو ہم اپنا شعار بنالیں ہم دیکھیں کہ وہ کیا چیز تھی۔ جس نے ان کو مرنے کے بعد بھی زندہ کر دیا۔ اور فنا کا ہاتھ انہیں معدوم کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ بقائے دوام کی طرف لے جا رہا ہے۔

پس اگر ہم اسی وفات سے یہ سبق لے سکیں تو

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

کا مضمون صادق آئیگا۔ اسلام ہم کو نوحہ و شیون کی تعلیم نہیں دیتا۔ بلکہ وہ ہمارے ہر واقعہ کو درس عبرت کے طور پر پیش کرتا ہے۔ مجھکو اپنے رفقاء اور احباب قدیم میں سے گذر جانے والوں پر کچھ نہ کچھ لکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ اور میں نے ہمیشہ یہی لکھا ہے۔ کہ جب تک خدا کی مشیت مجھے اس صف میں بیٹھنے والوں میں زندہ رکھتی ہے۔ میں اپنے مخلص و ممتاز احباب کی یہ آخری خدمت کرتا رہوں گا۔ محض اس حسن نیت کے ساتھ کہ ان کے حسنات کا ذکر میرے لئے باعث رحمت ہو۔ یہ لوگ اللہ کے پیارے اس کے محبوب مرسل کے محبوب تھے۔ اور کیا عجب میں ان سے محبت کرنے والوں میں شمار ہو جاؤں۔ اور یہ بھی میری نجات کا ایک ذریعہ ہو۔

اب میں کسی مزید تمہید کے بغیر حضرت منشی عبداللہ صاحب کے مختصر حالات زندگی لکھ دینا چاہتا ہوں۔ میں نے حضرت منشی صاحب کے نام کے ساتھ منشی کا لفظ پسند کیا ہے۔ اس لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عموماً اسی لفظ کو استعمال کرتے تھے۔

منشی عبداللہ صاحب پیدائش وطن اور ابتدائی تعلیم و تربیت

سنوری کی پیدائش ان کے اپنے بیان کے موافق ۱۸۶۱ء میں ہوئی۔ اور اس لحاظ سے ان کی عمر اس وقت ۶۶ سال کی تھی۔ آپ سنور ریاست پٹیالہ کے باشندہ تھے۔ یہ قصبہ پٹیالہ سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ مجھے خود اس جگہ جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ منشی صاحب کا خاندان گو زمیندار خاندان ہے۔ مگر خصوصیت کے ساتھ اس خاندان کے لوگ علم دوست۔ دیندار اور ملازمت پیشہ واقع ہوئے ہیں۔ اس لئے خاندانی روایات کے موافق ان کی تعلیم و تربیت

اس عہد کے حالات کے ماتحت ہوئی۔ اور اپنے تعلیمی سلسلہ کو ختم کرنے کے بعد آپ ملازمت میں داخل ہو گئے اس خاندان کے لوگ علی العموم محکمہ بندوبست یا مال میں ملازمت کیا کرتے تھے۔ اس لئے آپ کو بھی یہی محکمہ پسند آیا۔ لیکن یہ محکمہ آپ کے لئے کبھی اور کسی حال میں کسی ناجائز منفعت اور تحریص کا محرک نہ ہوا۔

حضرت مسیح موعودؑ سے تعلق

طبیعت شروع ہی سے دیندار اور خدا پرست واقعہ ہوئی تھی۔ اور صحبت صالحین کا شوق اور جوش بے حد تھا۔ دراصل یہی وہ قابل قدر جوہر تھا۔ جو آپ کو فرستادہ الہی کے حضور پہونچانے کے لئے رکھا گیا تھا۔ طبعی طور پر بدعات سے آپ کو نفرت تھی باوجودیکہ وہ زمانہ ایسا زمانہ تھا۔ کہ ملک میں بدعت اور مشرکانہ رسوم کا اتباع یوماً فیوماً ترقی کر رہا تھا۔ اور اعمال صالحہ کی جگہ ان رسوم و عادات نے لے رکھی تھی۔ لیکن منشی صاحب کو ہمیشہ ان سے نفرت تھی۔ اور طبیعت پر توحید کا غلبہ تھا۔ اور موحدانہ رنگ میں رنگین تھے۔

آپ کے ماموں مولوی محمد یوسف صاحب مرحوم کو آپ کے ساتھ اس دیندارانہ زندگی کی وجہ سے خاص محبت تھی۔ اور وہ ان کی روحانی تربیت کے لئے ہر بہترین موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ انہوں نے یہ دیکھکر کہ منشی صاحب صحبت صالحین کے دلدادہ اور گرویدہ ہیں۔ ان کو مشورہ دیا کہ حضرت مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوں حضرت مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم کی متقیانہ و موحدانہ زندگی کا ان ایام میں عام چرچا تھا۔ اور لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ منشی صاحب موصوف بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو کر تین چار روز تک رہے۔ اور جب ان کی صحبت میں انہوں نے محسوس کیا۔ کہ یہ ایک موحد بزرگ ہیں تو انہوں نے بیعت کرنے میں تامل نہ کیا۔ چنانچہ پہلی بیعت حضرت عبد اللہ صاحب غزنوی سے کی۔ مولوی عبد اللہ صاحب نے ان کی روحانی تربیت اس حد تک کی کہ ان کو دو وظیفے بتائے۔ اول یہ کہ یاحی یاقیوم برحمتک استغیث یا ارحم الراحمین پڑھتے رہیں۔ اور دوم یہ کہ فجر کی نماز میں سنتوں کے بعد اور فرض سے قبل ۴۱ بار سورہ فاتحہ پڑھا کریں۔ یہ ہر دو وظائف اپنے اندر جو تاثیرات رکھتی ہیں۔ وہ ظاہر ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی پہلے وظیفہ کے متعلق اکثر طلاب کو ہدایت فرمائی۔ مگر آپ نے خصوصیت سے نماز کے ان مقامات میں پڑھنے کے لئے فرمایا جو دعا کے بہترین مقام ہیں۔ مثلاً رکوع میں اور سجدہ میں

اور سورہ فاتحہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے ایک اعجازی نشان ہے۔

حضرت مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی نے کثرت فاتحہ میں دراصل ایک روحانی نکتہ آپ کو بتا دیا تھا۔ اور وہ آخر منشی صاحب کو منزل مقصود پر پہونچانے کا ذریعہ ہوا۔ کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت مولوی عبد اللہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور قادیان سے ایک نور کے بلند ہونے کے متعلق پیشگوئی بھی فرمائی تھی۔ اور آپ کے ملنے والوں میں سے بہت سے لوگوں نے ابتداءً حضرت کو شناخت کیا۔ انہیں سے جن کے لئے سعادت مقدر تھی وہ آخر تک آپ کے ساتھ اخلاص و وفا کے ساتھ رہے۔ اور جن کے پاؤں نازک تھے۔ اور طبیعت میں سوء ظن کے جراثیم تھے۔ وہ تھک کر راستہ میں رہ گئے افسوس۔ اگرچہ منشی عبد اللہ صاحب نے حضرت مولوی عبد اللہ صاحب کی بیعت کر لی تھی۔ اور اپنے خیال میں گوہر مقصود پالیا تھا۔ لیکن ان کی طبیعت میں ابھی اضطراب اور بے قراری تھی۔ اندر سے روح اور فطرت بول رہی تھی کہ منزل مقصود کہیں اور ہے۔ اور اس کے لئے جوش تلاش اسی طرح باقی ہے اس لئے ادھر ادھر سے صلحاء اور اولیاء امت کے حالات معلوم کرتے رہتے تھے۔ نیکدل اور بزرگ ماموں اپنے بھانجے کی تلاش اور پیاس سے واقف تھا۔ اور وہ بھی اس فکر میں رہتے تھے۔ چنانچہ ان کو آرہ (بہار) میں ایک بزرگ کا پتہ ملا آرہ اس وقت اہلحدیث لوگوں کا ایک مرکز تھا۔ اور جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں منشی صاحب اور ان کے ماموں صاحب پر غلبہ توحید و اتباع سنت تھا۔ اس لئے انہوں نے رشید بھانجے کو آرہ بھیجنا چاہا۔ اور مشورہ دیا کہ وہ آرہ چلے جائیں اور منشی صاحب آرہ جانے کو طیار ہو گئے۔ لیکن ابھی روانہ نہ ہوتے تھے۔ اسی خیال میں تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے پہلی تصنیف براہین احمدیہ کا چرچا پٹیالہ میں شروع ہوا۔ خلیفہ سید محمد حسین خاں صاحب بہادر وزیر اعظم مرحوم اس کتاب کے معاونین میں شریک ہوئے۔ اور اسی ذریعہ سے بعض دوسرے لوگوں تک بھی اس کی خبر پہونچی اور رشدہ مولوی محمد یوسف صاحب مرحوم کو بھی یہ مژدہ جانفزا پہونچ گیا۔ اور انہوں نے اپنے رشید بھانجے کی منزل کو قریب کر دیا۔ اور شاہد مقصود کا پتہ یہ کہکر دیا کہ قادیان میں ایک بزرگ نے اس دعویٰ سے کتاب لکھنی شروع کی ہے کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ملہم و مامور ہے۔ اور اس کتاب کا جواب دینے والے کو دس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا وغیرہ وغیرہ حضرت مسیح موعود کے دعویٰ ماموریت کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ یہ شخص بڑا کامل ہے۔ اگر تجھے زیارت کے لئے جانا ہے تو اس کے پاس جا۔

یہ خبر طالب صادق کیلئے ایک مژدہ جانفزا تھا۔ اس کے سننے کے بعد تاب انتظار نہ رہی۔ اور سنتے ہی اسی جگہ سے قادیان روانہ ہو گئے۔ گھر جا کر سامان سفر تیار کرنے میں بھی تامل کیا۔ اور کوچہ یار کی راہ لی۔ اس شوق اور اخلاص کی نظیر بہت کم ملے گی۔

حضرت مسیح موعودؑ سے پہلی ملاقات

اس زمانہ میں سفر کے لئے ایسی آسانیاں نہ تھیں۔ جو آج پائی جاتی ہیں۔ مگر طالب صادق کی راہ میں مشکلات کچھ اثر نہیں پیدا کر سکتی ہیں۔ بہر حال آپ بٹالہ پہونچے۔ بٹالہ لائن ان ایام میں جاری ہی ہوئی تھی۔ منشی صاحب بیان کرتے تھے۔ کہ میں رات کے وقت بٹالہ پہونچا تھا۔ اور صبح اٹھکر پیدل قادیان پہونچا۔ اس وقت حضور بیت الذکر میں تشریف فرما تھے۔ اور میں نے اس کھڑکی پر جو مسجد مبارک میں کھلتی ہے۔ جا کر دستک دی۔ حضور نے دروازہ کھولدیا اور میں السلام علیکم کہکر حضور کی خدمت میں بیٹھ گیا۔ حضور نے ازراہ کرم خیریت وغیرہ پوچھی۔ اور دریافت فرمایا کہ میں کہاں سے آیا ہوں میں نے اس وقت تک براہین احمدیہ کا اشتہار یا اصل کتاب نہ دیکھی تھی۔ صرف ذکر سنا تھا۔ اور یہاں آکر بھی میں نے کوئی امر دریافت نہیں کیا۔ بلکہ آپ کو دیکھتے ہی میرے دل پر حضور کی محبت نے اپنا اثر پیدا کر لیا۔ اور حضور کا چہرہ مبارک ایسا پیارا معلوم ہونے لگا۔ کہ اس محبت اور پیار کی دوسری نظیر انسانی رشتوں میں نہ رہی۔ (میں نے یہ خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھدیا ہے۔ جو مجھے منشی صاحب موصوف نے سنایا تھا عرفانی) تین روز تک منشی صاحب موصوف یہاں قادیان میں رہے۔ اور پھر اجازت لیکر واپس بٹالہ گئے۔ مگر محبوب آقا کی کشش اور جذب غالب آیا۔ اور بٹالہ سے پھر واپس قادیان آگئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے استفسار درباره واپسی پر عرض کیا کہ حضور میرا جانے کو دل نہیں چاہتا۔ حضرت نے فرمایا۔ اچھا اور رہو چنانچہ ہفتہ عشرہ آپ یہاں رہے۔ اور پھر اجازت لیکر سنور واپس چلے گئے یہ تھی پہلی ملاقات عاشق صادق کی۔ کہ پہلی ہی نظر میں آپ شہید ہو گئے۔ اور اس کے بعد نگاہ میں کوئی دوسرا نہ رہا حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اس صادق اور وفا شعار مخلص طالب کو دیکھا کہ جوہر اصلی ہے۔ اور ایک ہی نظر میں خاک کو اکسیر بنا دیا ہر قسم کے خس و خاشاک کو جلا دیا۔ اور سینہ کو معرفت اور اخلاص کے نور سے ایسا منور کر دیا کہ اس دن سے لیکر اس وقت تک کہ آپ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے کسی قسم کا شک و شبہ منشی صاحب کے کسی گوشہ خاطر میں نہ گذرا بلکہ وہ اپنے ایمان و اخلاص میں بڑھتے چلے

نظارت تعلیم و تربیّت کے متعلق ایک عرض حال

خاکسار پورے پانچ ماہ کے عرصہ کے بعد نظارت تعلیم و تربیت کے کام پر حاضر ہوا ہے۔ شروع شروع میں تو خاکسار مولوی ذوالفقار علی خان صاحب کی قائمقامی میں ناظر اعلےٰ کے فرائض سرانجام دیتا رہا۔ اور جناب خان صاحب موصوف سپیشل ڈیوٹی پر لاہور متعیّن رہے۔ اور اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت خاکسار کو حضور کے ہمراہ شملہ جانا پڑا۔ اس طویل غیر حاضری نے مجھے تعلیم و تربیّت کے معاملات سے قریباً قریباً انتہائی بے خبر کر دیا ہے۔ جتنا کہ میں اس وقت تھا۔ جبکہ میں نے گذشتہ سال ماہ اکتوبر میں حضرت کے حکم کے ماتحت نظارت تالیف و تصنیف کے کام کو چھوڑ کر نظارت تعلیم و تربیت کا چارج لیا تھا۔ اکثر احباب غالباً میرے اس طبعی میلان سے آگاہ ہونگے۔ کہ مجھے انتظامی کاموں کی نسبت علیحدگی میں بیٹھ کر تالیف و تصنیف کا کام کرنا بہت زیادہ پسند ہے۔ اور اگر میرے اختیار کی بات ہو۔ تو میں یقیناً اپنے لئے موخرالذکر کام کو ترجیح دوں۔ لیکن حضرت کا حکم ان سارے خیالات سے بالا ہے۔ اور وہی کام بابرکت ہو سکتا ہے۔ جو حکم کے ماتحت انتظام کی لڑی میں منسلک ہو کر کیا جائے۔ اور اپنی موجودہ حالت میں کم از کم مجھے تو یہ روحانی سرور بھی حاصل ہے۔ کہ میں خلیفہ وقت کے ارشاد کے ماتحت ایک ایسے کام پر متعین کیا گیا ہوں۔ جس کی طرف میں بعض دوسرے کاموں کی نسبت اپنے اندر بہت کم میلان پاتا ہوں۔ اور جس کا میں اپنے زعم میں کسی صورت میں بھی اہل نہیں ہوں۔ بہر حال پانچ ماہ کی طویل غیر حاضری کے بعد میں پھر کام پر حاضر ہوا ہوں۔ اور احباب کی خدمت میں اسلام علیکم عرض کرنے کے بعد فی الحال صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ امسال اس وقت تک ابھی [illegible] جماعت کی تعلیم و تربیت کے کام [illegible]

مقرر نہیں ہیں۔ اور بعض جگہ اگر مقرر ہیں۔ تو وہ مرکزی دفتر کے ساتھ سلسلہ خط و کتابت میں قدرے سُست ہیں۔ ایسی تمام جگہوں کے احباب کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ وہ مقامی دوستوں میں سے کسی مناسب شخص کو بہت جلد اس کام پر مقرر کر کے خاکسار کو مطلع فرمائیں۔ اور جس جگہ کے کارکن کسی وجہ سے سُست ہوں۔ یا توجہ نہ دے سکتے ہوں۔ ان کو چُست کیا جاوے۔ اور یا ان کو بصورت احسن فارغ کر کے کسی دوسرے صاحب کو مقرر کیا جاوے۔ سکرٹریان تعلیم و تربیت کے فرائض کے متعلق اگر کسی بات کے دریافت کرنے کی ضرورت ہو۔ تو اطلاع آنے پر جواب بھیجا جائیگا۔ اور سب سے بہتر یہ ہے۔ کہ دفتر ہذا سے وہ مطبوعہ یادداشت حاصل کر کے اپنے پاس محفوظ رکھی جاوے۔ جس میں سکرٹریان کے فرائض کی تعیین کی گئی ہے۔ اور سکرٹریان تعلیم و تربیت کو چاہیئے۔ کہ اپنی نشست کے کمرہ میں مناسب جگہ دیوار پر اس یادداشت کو چسپاں کر دیں تاکہ کام کا پروگرام ہر وقت زیر نظر رہ سکے۔

(مرزا بشیر احمد ناظر تعلیم و تربیت)

یتامیٰ کی حفاظت

اخبارات میں جس کثرت سے مسلمان لاوارث یتیم بچوں کے مفقود الخبر اور گم ہونے کی اطلاعیں گشت لگاتی رہتی ہیں۔ وہ ناظرین اخبارات سے پوشیدہ نہیں۔ اور کثیر التعداد بچے آئے دن حاملان شدھی و حامیان تثلیث کے پنجے میں گرفتار ہو کر قوم اور مذہب کو خیرباد کہہ جاتے ہیں۔ مگر افسوس کہ اس وقت بھی مسلمان بیدار ہو کر قوم کے یتامیٰ کی حفاظت نہیں کرتے حالانکہ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ دردمندانہ طور پر کئی دفعہ متنبہ فرما چکے ہیں۔

۹ ستمبر ۱۹۲۷ء کو مسٹر سموئیل عصمت سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ مشن ہائی سکول کلارک آباد ضلع لاہور۔ عاجز کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ وہ پیدائشی مسلمان قوم سیال ضلع جھنگ کے باشندے ہیں۔ اُنہوں نے اپنے جو حالات قلمبند کر کے عاجز کو اشاعت کے لئے دیئے ہیں وہ یہ ہیں۔

"میرے ماں باپ کے مرنے کے بعد مجھے جھنگ سے باہر [illegible] میں رکھا۔ [illegible] سال کی تھی۔ پھر وہاں سے دو سال کے بعد گوجرانوالہ میں بھیجا گیا۔ جہاں سے چند ہفتوں کے بعد کلارک آباد ضلع لاہور میں بھیجا گیا۔ اس تمام زمانہ میں مجھے بڑی حفاظت سے رکھا گیا۔ مسلمانوں سے میل جول تک بھی نہ ہونے دیا۔ پورے آٹھ سال کلارک آباد میں گذارے۔ دو سال ہوئے میں منادی کا کام بھی کرتا رہا۔ اور سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ مشن سکول کلارک آباد کا کام بھی میرے ذمہ رہا۔

اب میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی کئی ایک کتب مثلاً کشتی نوح وغیرہ کے مطالعہ کے بعد جو کہ میں خفیۃً کرتا رہا۔ اسلام کو اختیار کرتا ہوں۔ میں نے جہاں تک ہو سکا۔ کامل تحقیقات کی ہے۔ احباب میری استقامت کے لئے دعا فرمادیں خدا تعالےٰ حافظ رہے۔ آمین۔ یہ تحریر میں نے خود لکھ کر دی ہے۔" الراقم۔ سموئیل عصمت حال عصمت اللہ سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ مشن سکول کلارک آباد ضلع لاہور۔

اس تحریر سے ظاہر ہے۔ کہ غیر مذاہب کے لوگ کس طرح مسلمان یتیم بچوں پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ (عاجز احمد علی احمدی سکرٹری جماعت احمدیہ لدھیکے نیویں۔ ضلع لاہور)

وصیّت کی رقم کی ادائگی

سید محمد اشرف صاحب سابق ہیڈ کلرک لاہور سررشتہ تعلیم موصی نمبر ۸۸۵ اپنی وصیت کی تکمیل میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میں جائداد کا دسواں حصہ زندگی میں نقد ادا کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ بعد وفات کوئی مشکل نہ پیدا ہو۔ اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو تکلیف نہ ہو۔ میرے مکان پختہ واقعہ قادیان کی قیمت لگوا کر مجھے اطلاع دیجائے۔ نیز ۷۰۰ ۲ روپیہ کے اور مکانات بھی میرے پاس رہن با قبضہ ہیں۔ ان کا بھی ۱/۱۰ حصہ میں ادا کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے مجھے اندازہ قیمت سے جلدی اطلاع بخشی جائے۔

نیز ان کی اہلیہ صاحبہ نے بھی تحریر فرمایا ہے۔ کہ میری موجودہ جائداد زیور -/۵۰۰ مہر -/۵۰۰ کل کا ۱/۱۰ حصہ سلسلہ کی مالی ضروریات کو مدنظر رکھ کر اور اپنی بہتری کو مدنظر رکھتے ہوئے -/۱۰۰ بحساب -/۲۰ روپیہ ماہوار داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر دوں گی۔ اور ہر دو موصیان نے -/۵ -/۵ روپیہ توسیع بہشتی مقبرہ کے لئے ادا کئے ہیں۔

(محمد سرور شاہ سکرٹری انجمن کارپرداز مصالح قبرستان بہشتی مقبرہ قادیان)

صدر گوگیرہ میں جلسہ

یکم و ۲ اکتوبر کو انجمن ترقی اسلام کا جلسہ مسجد صدر گوگیرہ میں بسرپرستی شیخ محمد صدیق صاحب میونسپل کمشنر اوکاڑہ منعقد ہوا۔ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی مولوی محمد یار مولوی فاضل مولوی عبد الغفور صاحب مولوی فاضل و مولوی دلپذیر صاحب کی تقاریر ہوئیں تمام مسلمانان صدر گوگیرہ نے دلچسپی لی۔ (سکرٹری انجمن ترقی اسلام صدر گوگیرہ)

اعتراضات ستیارتھ پرکاش کی لغویت

ستیارتھ پرکاش کے دل آزار حصے کی حمایت میں کئی ایک سماجی اخبارات کالم کے کالم سیاہ کر رہے ہیں۔ اور سب سے زیادہ زور "ستیارتھ پرکاش" کے اعتراضوں کے لاجواب ہونے پر دے رہے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"احمدی اخبارات اور احمدی پرچارک لگاتار ستیارتھ پرکاش پر حملے کر رہے ہیں۔ ستیارتھ پرکاش میں جن سدہانتوں پر بحث کی گئی ہے۔ ان کا کوئی ذکر نہیں۔ اس میں مختلف مذاہب کی صداقت و بطالت کے متعلق جو روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ بلکہ ان لوگوں کی طرح جو شکست خوردہ ہوں۔ ہار چکے ہیں۔ دلائل کا زبردست ترک اور سچائی پر مبنی نکتہ چینی کا جو کوئی جواب نہ دے سکتے ہوں۔ ان کی طرح گورنمنٹ کے پاس دوڑے دوڑے جا رہے ہیں۔ کہ ستیارتھ پرکاش کو ضبط کر لو۔"

(آریہ گزٹ ۱۵ ستمبر ۱۹۲۷ء صفحہ ۲)

پھر لکھا ہے۔

"مہارشی کے زبردست اعتراضات کا جواب عقل اور دلیل سے تو دیا نہیں جا سکتا۔ اس لئے اس سے پیچھا چھڑانے کے لئے گورنمنٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے۔"

(آریہ گزٹ ۱۵ ستمبر ۱۹۲۷ء صفحہ ۱)

آرین خوش فہمی کا یہیں تک خاتمہ نہیں۔ بلکہ یہاں تک لکھنے کی جرأت کی گئی ہے کہ

"ستیارتھ پرکاش میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ یہ صداقت پر مہریں ہیں۔ انہیں کوئی انسانی طاقت توڑ نہیں سکتی یہ بال برہمچاری سچے یوگی۔ گھور تپسوی مہرشی دیانند کے قلم سے نکلے ہوئے واکیہ ہیں۔ جنہیں ایک قدم قدم پر جھوٹ بولنے والا۔ نفس کا غلام۔ دنیا دار رد نہیں کر سکتا۔ یہ الہامی نہ سہی۔ لیکن کہلانے والی ہزار الہامی کتابوں سے بہتر راستہ دکھانے والی مقدس کتاب ہے۔ اور پھر یہ اتنی نیک نیتی۔ خلوص دلی۔ اور پاک ارادہ سے لکھی گئی ہے۔ کہ آج تک اور کوئی کتاب لکھی نہیں گئی۔"

(آریہ گزٹ ۲۵ اگست ۱۹۲۷ء صفحہ ۴)

اس قسم کی خوش فہمی اور تعلّی کے بعد ان لفظوں میں مسلمانوں کو چیلنج بھی دیا ہے۔ کہ

"ہم آج ایک بار پھر اسی لئے یہ کہنے کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ کہ ستیارتھ پرکاش کے دشمنوں کو چاہیئے کہ وہ بجائے ٹیڑھے راستہ پر چلنے کے سیدھے راستہ پر آئیں۔ اگر ستیارتھ پرکاش میں غلط تعلیم دی گئی ہے۔ تو اس پر محققانہ بحث کریں۔ عقل اور دلیل سے کام لیں۔ اور پھر دیکھیں کہ وہ کہاں پر کھڑے ہیں۔"

(آریہ گزٹ ۱۵ ستمبر ۱۹۲۷ء صفحہ ۲)

اسی طرح ایک دوسری جگہ لکھا ہے:-

"ستیارتھ پرکاش پر اعتراضات ہوں۔ اس کے دلائل اور حوالوں پر نکتہ چینی ہو۔ تو ہم اسے بسر و چشم منظور کریں گے۔ کسی میں حوصلہ ہو تو تحریری یا تقریری شاسترارتھ (مباحثہ) کر لے۔ اگر فلاسفی اور ترک (دلائل) کا زعم ہو تو نکال لے۔"

(آریہ گزٹ ۲۵ اگست ۱۹۲۷ء صفحہ ۴)

آریہ گزٹ کی اس خوش فہمی کا جواب دینے سے قبل یہ کہدینا ضروری ہے۔ کہ ہم آریوں سے یہ مطالبہ نہیں کرتے۔ اور نہ گورنمنٹ سے یہ چاہتے ہیں۔ کہ ستیارتھ پرکاش میں دیگر مذاہب پر جو اعتراض کئے گئے ہیں۔ ان کو بند کر دیا جائے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں۔ کہ اس میں تمام مذاہب کے بزرگوں کے خلاف جو بد زبانی کی گئی۔ اور جس کا دنیا کے کسی شریف انسان کے پاس کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ اسے مٹا دیا جائے۔

اس ضروری گزارش کے بعد ہم آریہ گزٹ وغیرہ آریہ اخبارات کی تعلّی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تا ان کا یہ دعویٰ باقی نہ رہے۔ کہ چونکہ ستیارتھ پرکاش میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ

"صداقت کی مہریں ہیں۔ انہیں کوئی انسانی طاقت توڑ نہیں سکتی۔"

ناظرین انشاءاللہ دیکھیں گے۔ کہ یہ آرین "صداقت کی مہریں" کس طرح ایک کمزور احمدی کے قلم سے ٹوٹتی چلی جاتی ہیں۔

چونکہ اس مختصر سے مضمون میں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ اس لئے بطور نمونہ مشتے از خروارے صرف چودہ مثالوں پر ہی اکتفا کی جائیگی۔ اور انشاءاللہ یہ چودہ مثالیں ہی سوامی جی کے "زبردست اعتراضات" کی لغویت ثابت کرنے کے لئے کافی سے زیادہ ہونگی۔

لیکن قبل اس کے کہ ہم "مہارشی" کے اعتراضات کا بودا پن ظاہر کریں۔ یہ دکھلا دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ انہوں نے قرآن کریم پر زبان طعن دراز کرنے کے لئے جس قسم کے ترجمہ کا سہارا لیا ہے۔ وہ بجائے خود غلط اور متن کے خلاف ہے۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے جس کے ثابت ہو جانے کے ساتھ ہی ان کے تمام اعتراضوں کی لغویت ثابت ہو جاتی ہے۔

پہلی مثال

غلط ترجمہ پر اعتراضات کی بنا

ستیارتھ پرکاش اردو بار اول صفحہ ۶۷۴ اور ہندی صفحہ ۴۳۵ باب ۱۴ اعتراض نمبر ۸ میں سورہ بقر کی آیت فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ کا بایں الفاظ ترجمہ لکھا ہے۔

دیانندی ترجمہ "اور ہرگز نہ کروگے تم اس آگ سے ڈرو کہ جس کا ایندھن آدمی ہیں۔ اور کافروں کے واسطے پتھر تیار کئے گئے ہیں۔"

صحیح ترجمہ حالانکہ صحیح لفظی ترجمہ یہ ہے۔ "اور اگر نہ کر سکو تم اور ہرگز نہ کر سکوگے تو بچو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو تیار کی گئی ہے واسطے کافروں کے۔"

یہی ترجمہ "ہندی قرآن" مترجمہ پنڈت رام چندر آریہ کے صفحہ ۱۰ میں کیا گیا ہے۔ اب ناظرین خود ہی غور فرمائیں کہاں یہ کہ

"بچو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔"

اور کہاں سوامی جی کا یہ ترجمہ

"ڈرو کہ جس کا ایندھن آدمی ہیں۔ اور کافروں کے واسطے پتھر تیار کئے گئے ہیں۔"

نتیجہ اس ایک مثال سے ہی ناظرین پر ظاہر ہو گیا ہوگا۔ کہ سوامی صاحب نے جس قسم کے ترجمہ سے کام لیا ہے۔ وہ کس قدر غلط اور کتنا اصل کے خلاف ہے اور بالفاظ سوامی صاحب

"جس طرح ہانڈی میں پکتے ہوئے چاولوں میں سے ایک چاول کے دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ آیا سب چاول پک گئے ہیں۔ یا کچے ہیں۔"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۳)

اس ایک مثال سے ہی باقی ترجمہ کی صحت اور عدم صحت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

پس سوامی صاحب نے جس قسم کے غلط [illegible] ترجمہ سے کام لیا ہے۔ وہ قطعاً اس لائق نہیں کہ اس کو صحیح اور درست کہا جا سکے۔

باقی

(فضل حسین مہاجر قادیان)

تجارت کے متعلق ضروری واقفیت کی ضرورت

سلسلہ میں تجارت کو ترقی دینا ضروری ہے۔ جب تک جماعت احمدیہ کیا بحالت مجموعی اور کیا بلحاظ افراد پورے زور کے ساتھ تجارت۔ صنعت اور حرفت میں اپنے آپ کو نہ لگائے وہ قوم نہیں کہلا سکتی۔ خوشی کا مقام ہے کہ احباب اس کام کی طرف توجہ کر رہے ہیں۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ جہاں جہاں اس کام کی طرف کم توجہ ہے۔ زیادہ کوشش کی جائے۔

اکثر دوست ناتجربہ کار ہونگے۔ ان کو ٹھوکر سے بچانے کے لئے اور ابتدائی مشکلات سے محفوظ کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ صدر میں ہر طرح کا ضروری علم ہو۔ اس غرض سے ہم اپنے تمام دوستوں سے خواہ وہ گاؤں کے رہنے والے ہوں۔ یا شہر کے خواہ وہ تاجر پیشہ ہوں یا ملازم جس قدر ان سے ہو سکے۔ حسب ذیل امور سے اطلاع دیں۔ تا ہمارے پاس صدر میں Record مکمل ہو اور نئے کام کرنے والوں کو اس سے فائدہ حاصل ہو سکے۔

اوّل آپ کے علاقہ میں کون کون سی چیزیں بنتی ہیں۔ اور ان کی فروخت کا کیا انتظام ہے۔ آیا اشیاء بنانے والے براہ راست اشیاء فروخت کرتے ہیں۔ یا دلال اور تھوک فروشوں کو دیتے ہیں۔

دوئم۔ ہر جس چیز کا جو جو تھوک فروش آپ کے علم میں ہو اس کے نام اور پورے پتہ سے اطلاع دیں۔

سوئم۔ آپ کے علاقہ میں کیا کیا چیزیں دوسرے علاقوں سے اکثر آکر بکتی ہیں۔ اور انکے داخلہ اور تقسیم کا کیا انتظام ہے۔ آیا تھوک فروشوں کے ذریعہ سے یا خوردہ فروش خود منگوا کر بیچتے ہیں۔ ایسے تھوک فروشوں کے نام اور پتوں سے اطلاع دیں۔

چہارم۔ کیا آپ کے علاقہ میں کوئی Directory چھپتی ہے۔ اگر ہے۔ تو اس کا کیا نام ہے۔ کہاں سے مل سکتی ہے۔ کیا قیمت ہے۔ اور اس سے کس قسم کی اطلاع مل سکتی ہے۔

پنجم۔ کیا آپ ایسے لوگوں کو جانتے ہیں۔ جو دوسرے علاقوں کے لئے مفید طور پر ایجنٹی کا کام کر سکیں۔ کیا آپ کے علاقہ یا کسی دوسرے حصہ کے لئے آپ کو کسی ایجنٹ کی ضرورت ہے۔

ششم۔ کیا آپ کے شہر میں کوئی Sports کی دکان ہے۔ اگر ہے۔ تو اس کے نام و پتہ سے اطلاع دیں۔ اس میں سیالکوٹ کا شہر مستثنےٰ ہے۔

ہفتم۔ کیا آپ کے علاقہ میں کوئی سرکاری صنعتی سکول ہے۔ اگر ہو۔ تو اس کے Prospectus بھجوا دیں۔ نیز اگر ہو سکے۔ تو اطلاع دیں۔ کہ کتنے سرکاری وظائف اس میں منظور ہیں۔ اور ان میں سے کتنے مسلمانوں کو مل رہے ہیں۔ اور کتنے ہندو لے رہے ہیں۔ تا اگلے سال وقت پر کوشش کر کے مسلمان بچوں کو ایسے سکولوں میں داخل کر کے وظائف بہم پہنچانے کی کوشش کی جاوے۔

نیز تجارت کے متعلق اگر کوئی اور امر آپ کے خیال میں ضروری ہو۔ تو اس سے بھی اطلاع دیں۔

ہم اُمید کرتے ہیں۔ کہ احباب اس اعلان کی طرف پوری توجہ فرمائیں گے۔ اور جلد سے جلد مکمل جواب سے جہاں تک کوئی امر کسی کے دائرہ کے اندر ہے ہمیں اطلاع دیگا۔

(ناظر تجارت قادیان پنجاب)

تلاش

محمد اقبال ولد میاں سراج دین عمر ۱۵ سال قد درمیانہ رنگ گورا۔ چہرہ گول۔ قصوری جوتی ایک گل والی۔ متعلم جماعت چہارم اسلامیہ سکول قصور کچھ دنوں سے عدم پتہ ہے۔ جس صاحب کو اس کا پتہ ہے۔ وہ بذریعہ تار خبر دیں۔

میاں سراج الدین معرفت جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ قصور

اشتہارات کی صحت کے ذمہ دار خود مشتہر ہیں نہ کہ الفضل (ایڈیٹر)

ہندوستان کی خبریں

—— سری نگر ۶ اکتوبر۔ جنگل دیو راجہ صاحب پونچھ جو مہاراجہ صاحب کشمیر و جموں کے ماتحت اور چچازاد بھائی تھے۔ پونچھ میں انتقال کر گئے۔ وہ نمونیا میں مبتلاء تھے۔

—— گورکھپور کے ضلع سے برابر ارتداد کی خبریں موصول ہو رہی ہیں۔ اور شدھی سبھا کے آدمی جاہل اور ناواقف مسلمانوں کو بہکا کر ان کی بڑی تعداد کو اسلام سے خارج کرتے رہتے ہیں۔

—— اندور ۵ اکتوبر۔ چمن باغ کے بلوے کے مقدمہ میں خاص عدالت نے چھ مسلمانوں کو سال سال قید سخت کی سزا ایک جرم میں اور چھ چھ ماہ قید سخت کی سزا دوسرے جرم میں دی ہے۔ دونوں سزائیں اکٹھی شروع ہونگی۔

—— لاہور ۶ اکتوبر۔ پنجاب راجہ کانفرنس کا دوسرا اجلاس مورخہ ۵ اکتوبر کو بریڈلا ہال لاہور زیر صدارت ماسٹر بدر الدین صاحب امرتسری منعقد ہوا۔ حاضرین کا ایک بہت بڑا ہجوم تھا۔ اجلاس میں داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا۔ پر جوش تقریریں کی گئیں۔ اور اتحاد کیلئے اپیل کی گئی۔

—— ماسٹر گنپت رام بہادر گورنمنٹ دہلی جو آریہ سماج کے بڑے لیڈر ہیں۔ ۵ اکتوبر ۲۷ء کو معہ اپنی اہلیہ اور صاحبزادہ کے داخل اسلام ہو گئے۔

—— مسلم تبلیغ کانفرنس اور صوبہ سندھ کی پہلی تنظیم کانفرنس کی کامیابی کے لئے جو ۲۲۔ ۲۳ اور ۲۴ اکتوبر کو کراچی میں منعقد ہونگی۔ زبردست تیاریاں کی جا رہی ہیں۔

—— لاہور ۷ اکتوبر۔ مسٹر لنکن ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں مانک چند نامی ایک ہندو کا چالان بدیں الزام پیش ہوا۔ کہ اس نے سرکاری افسروں کے جعلی دستخط بنائے تھے۔

—— حیدر آباد سندھ ۷ اکتوبر۔ اطلاع ملی ہے۔ کہ مسٹر آئی ایچ ٹامپسن سکرٹری حکومت بمبئی نے مسٹر اینیکس کی جگہ ریاست خیرپور کے معتمد مالیات ہونے کی دعوت قبول کر لی ہے۔

—— "تیج" کے نام خاص تار مورخہ ۳ اکتوبر مظہر ہے کہ اکمل بھار تیہ شدھی سبھا کی شاخ کے کارکنوں نے موضع شیو سباند۔ جین کوٹلہ اور بجلاپور میں ۲۰ مسلم پرسواروں کے ایک سو سے زیادہ افراد کو ہندو مذہب میں داخل کیا۔ شدھی کا کام ترقی کر رہا ہے۔

—— جام صاحب ریاست جام نگر نے امسال حکم دے دیا ہے۔ کہ دوسہرہ اور دوسرے پونتر دنوں میں کوئی پشو بدھ ریاست میں نہ ہو۔

—— سورت ۷ اکتوبر۔ بردولی تعلقہ کے کسانوں نے اس امر کا فیصلہ کیا ہے۔ کہ ابزادی مالیہ کی مخالفت کی جائے۔ مسٹر ڈٹھل بھائی پٹیل سے درخواست کی جائیگی۔ کہ وہ خاموش مقابلہ کرنے کے لئے رہنمائی کریں۔

—— گیا کوتم ۷ اکتوبر۔ جب سے مہاتما گاندھی نے بیواؤں کی شادی اور اچھوت ادھار کی تلقین شروع کی ہے۔ ان پر کٹر ہندوؤں اور مخالفین دان آشرم کی طرف سے سخت اعتراضات ہو رہے ہیں۔ ہفتہ وار "آریہ دھرم" نے جو مسز بونی نس مسٹر شنکر آچاریہ آپرودت۔ گیا کوتم کے زیر اہتمام شایع ہوتا ہے۔ اور جس کی ادارت کے فرائض چند پنڈتوں کے سپرد کئے گئے ہیں۔ ان دونوں مسائل کے متعلق مذہبی وجوہ کی بنا پر مہاتما گاندھی کی سخت مخالفت کی ہے۔ نیز ان کی اس تجویز پر اعتراضات کئے ہیں۔ کہ لڑکیوں کا سن شادی ۱۴ سال مقرر کیا جائے۔

—— شملہ ۷ اکتوبر۔ سر میلکم ہیلی ۱۱ اکتوبر کو شملہ سے "چوبلی" روانہ ہونگے۔ وہاں سے ۱۷ اکتوبر کو واپس آئیں گے۔ اور ۱۹ اکتوبر دسوہہ پہنچیں گے۔ اسی روز سہ پہر کو وہ ضلع ہوشیارپور روانہ ہونگے۔ اور ۲۲ اکتوبر کو لاہور واپس آئیں گے۔ ازاں بعد ۲۵ اکتوبر کو فیروز پور۔ ۲۶ اکتوبر کو نہر کا افتتاح کرنے کے لئے بیکانیر اور ۲۸ اکتوبر کو بہاولپور جائیں گے۔ اور ۳۱ اکتوبر کو پھر لاہور واپس آجائیں گے۔

—— میرٹھ ۵ اکتوبر۔ مسلم لیگ صوبہ متحدہ میں حسب ذیل قراردادیں منظور کی گئیں۔

پہلی قرارداد میں موتمر اتحاد شملہ کے مسلمان نمایندوں کی روشن خیالی۔ اور صحیح قوم پرستانہ جذبہ کی تعریف و توصیف کی گئی۔

دوسری قرارداد میں اس امر پر اظہار تاسف کیا گیا۔ کہ تمام ملک میں فرقہ وار فسادات پھیل گئے ہیں۔ نیز یہ رائے ظاہر کی گئی۔ کہ فسادات کی حقیقی ذمہ داری اس شرانگیزانہ پروپیگنڈا پر عائد ہوتی ہے۔ جو متعصب ہندوؤں کی ایک جماعت نے مسلمانوں کے خلاف جاری کر رکھا ہے۔ لیگ نے مسلمانوں کو ہدایت کی۔ کہ جب انہیں اشتعال دلایا جائے۔ تو وہ صبر و تحمل سے کام لیں۔

تیسری قرارداد میں یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ فرقہ وار یگانگت و ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے "دہلی لیوڈ" کے نمونہ پر ہر ضلع میں مجالس اتحاد قائم کی جائیں۔ چوتھی قرارداد میں اس امر کے خلاف انتہائی نفرت و حقارت کیا گیا۔ کہ ۳ اگست کو بریلی کی مسجد میں نہتے مسلمانوں پر غیر منصفانہ طور پر اور بغیر کسی سند کے گولی چلائی گئی نیز مطالبہ کیا گیا۔ کہ اس واقعہ کی تحقیقات کے لئے ایک آزاد کمیشن مقرر کیا جائے۔ پانچویں قرارداد میں یہ رائے ظاہر کی گئی۔ کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے موجودہ تعلقات کو مدنظر رکھتے ہوئے

اور سابقہ تجربات کی بنا پر یہ امر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ فرقہ وار نیابت قائم رکھی جائے۔ تاوقتیکہ یہ باتیں منظور نہ کر لی جائیں۔ (۱) سندھ ایک جداگانہ صوبہ کی شکل میں تبدیل کر دیا جائے۔ (۲) ہندوستان کو جیسی اصلاحات دی جا چکی ہیں۔ ان کے نفاذ کو صوبہ سرحد اور بلوچستان میں وسعت دیجائے۔ (۳) پنجاب اور بنگال کے ہر حلقہ میں مسلم رائے دہندگان کا تناسب ان کی آبادی کے مطابق رکھا جائے۔ (۴) صوبہ متحدہ اور ان دوسرے صوبوں میں جہاں مسلمانوں کی اقلیت ہے۔ مسلمانوں کی پناہ کا معقول انتظام کیا جائے۔ (۵) اسمبلی میں مسلمانوں کے نمایندوں کی تعداد اسمبلی کے تمام ارکان کے مقابلہ میں $\frac{1}{3}$ ہو۔

چھٹی قرارداد میں لیگ نے میونسپل بورڈ لکھنؤ کے ہندو ارکان کے تعصب کے خلاف احتجاج کیا گیا۔ کیونکہ انہوں نے امین آباد پارک میں محفل میلاد منعقد کرنے کی اجازت نہیں دی۔ ساتویں قرارداد میں لیگ نے یہ رائے ظاہر کی۔ کہ مسلمانوں کے مفاد کی حفاظت کے لئے یہ امر ضروری ہے۔ کہ صوبہ متحدہ کی انتظامی حکومت میں مسلمانوں کو مناسب نمایندگی عطا کی جائے۔

آخری قرارداد میں یہ مطالبہ کیا گیا۔ کہ کوئی مسودہ قانون یا قرارداد کسی مجلس وضع قوانین یا مجلس منتخبہ میں منظور نہ کی جائے۔ بشرطیکہ اس مجلس میں ایک فرقہ کے $\frac{3}{4}$ ارکان اس مسودہ قانون یا قرارداد کی مخالفت اس بنا پر کریں۔ کہ اس فرقہ کے مفاد کو نقصان پہنچتا ہے۔

—— سلطان ابن سعود نے ہندوستان سے جلاہے طلب کئے ہیں۔ جو کعبہ کا غلاف بھی ہر سال تیار کیا کریں گے۔ اور اہل حجاز کو کپڑا بننے کی تعلیم بھی دینگے۔ (ام القریٰ)

—— پشاور ۸ اکتوبر۔ پشاور میں محلہ کریم پورہ کی آبادی بہت گنجان ہے۔ اور اسی محلہ میں کل ۱۰ بجے رات آگ لگ گئی۔ اور صبح ۷ بجے تک فرو نہ ہوئی۔ اندازہ کیا گیا ہے۔ کہ ایک ہزار مکانات اور کئی دوکانیں نذر آتش ہو گئیں۔ آگ کسی ہندو کے گھر سے اٹھی اور خیال کیا جاتا ہے کہ اتفاقیہ ہے۔ زیادہ نقصان ہندوؤں کو پہنچا ہے۔ اور مسلمانوں کے بھی بہت سے مکانات جل گئے ہیں۔ فائر بریگیڈ کے آدمی کے علاوہ جو مکان گرنے سے مر گیا۔ دو اور آدمی بھی مر گئے۔ اس وقت نقصان کا صحیح اندازہ لگانا ناممکن ہے۔

—— دہلی ۵ اکتوبر معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت ہند نے سردار دیوان سنگھ صاحب مفتون ایڈیٹر "ریاست" کو جنہیں حال ہی میں ضمانت بجرمانہ کے الزام میں ریاست پٹیالہ نے گرفتار کیا تھا۔ پٹیالہ کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

(عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپوا کر الفضل کیلئے قادیان سے شائع کیا)